وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام
ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار
(مسیح موعودؑ)

تجلیات رحمانیہ

بجواب

تعلیمات مرزا و فیصلہ مرزا و عبر رسال نمائیہ

از قلم

ابو العطا اللہ دتا جالندھری مولوی فاضل

جسے

میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق پبلیشر نے ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء
اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں۔ باہتمام چوہدری اللہ بخش صاحب پرنٹر طبع کرا کر قادیان سے شائع کیا۔

تجلّیاتِ رحمانیہّ

میں خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ جس نے مجھے اس نافع للناس ہدایت انتساب کتاب کے شائع کرنیکی توفیق عطا فرمائی۔ اور میں نہایت خلوص دل سے اپنے عزیز مکرم ابو العطاء اللہ دتا صاحب مولوی فاضل کی درازی عمر و ترقی دارین کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اور نیز یہ کہ خداوند تعالےٰ انکی اس تصنیف لطیف کو لاکھوں کی راہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔ مجھے اس کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے۔ کہ مولوی صاحب ممدوح نے بیرون ہند جاکر میری اس درخواست کو کہ وہ "تعلیمات مرزا" وغیرہ ثنائی ہفوات کا جواب لکھیں نہایت تفصیل سے مدلل اور مکمل اور عام فہم جواب لکھکر ہوائی ڈاک کے ذریعہ سے ارسال فرمایا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ میں احباب سے پورے زور کے ساتھ یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس کتاب کو خود ملاحظہ کریں۔ اور اسکی اشاعت میں پوری ہمت سے کام لیکر اپنے غیر احمدی دوستوں تک پہنچائیں۔ اور مولوی صاحب (مصنف) کے حق میں بالالتزام دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ ان کو فائز المرام بخیریت تمام دارالامان میں واپس لائے۔ اور جس خدمت دین کیلئے وہ بھیجے گئے ہیں اس میں ان کا نام روشن ہو۔ آمین +

خاکسار میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق ۲۰ردسمبر ۱۹۳۱ء

فہرست مضامین تجلیات رحمانیہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مسیح موعودؑ کی بعثت سے قبل زمانہ کی حالت اور مسیح موعودؑ کی آمد	۱ تا ۴
۲	خواجہ حسن نظامی کی مہدی کے آنے کے متعلق لوگوں کو طفل تسلّی	۵
۳	علماء زمانہ کی حالت زار پر ایڈیٹر اہلحدیث کی گواہی	۶
۴	قرآن مجید اور آنحضرتؐ کے متعلق مسیح موعودؑ کی تعلیم اپنی جماعت کو	۷ و ۸
۵	جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کا غیر احمدیوں کو اعتراف	۹ و ۱۰
۶	مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگا کر علماء نے آپ کی صداقت ثابت کر دی۔	۱۱
۷	فرقہ اہلحدیث کے مثیل یہود ہونے پر مولوی ثناء اللہ کی گواہی	۱۲ تا ۱۵
۸	تجلیات رحمانیہ کی تمہید متعلق "تعلیمات مرزا" مولفہ ثناء اللہ	۱۶ و ۱۷
۹	مولوی ثناء اللہ کے مدرسہ تعلیم مرزا کا ناکام انجام	۱۸
۱۰	مولوی ثناء اللہ اور دیانند اور ایس ایم پال کی مماثلت باہمی	۱۹
۱۱	مولوی ثناء اللہ کا سلسلہ احمدیہ کا اپنے قول سے بدترین دشمن ہونا	۲۰ و ۲۱
۱۲	باب اوّل ۔ اختلافات کی حقیقت کے جوابات	۲۲
۱۳	حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں اختلافات کا قرآن مجید سے جواب	۲۳
۱۴	مسیح موعودؑ کا اپنے الہامات کے متعلق ایمان و ایقان	۲۴
۱۵	مسیح موعودؑ کا اپنے قول و اجتہاد کے متعلق عقیدہ	۲۵
۱۶	ثناء اللہ کے پیشکردہ اختلافات کا اصولی جواب	۲۶ تا ۲۸
۱۷	مسیح ناصریؑ کی توہین کے اتہام کا جواب	۲۹ تا ۳۱
۱۸	حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اس اتہام کا جواب	۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹	مسیح ناصریؑ کے متعلق مسیح موعودؑ کا ایمان	۳۳ و ۳۴
۲۰	ایڈیٹر اہلحدیث کی تحریروں سے اس اتہام کا الزامی جواب	۳۵ تا ۴۰
۲۱	آیت لا تسبوا سے مسیح موعودؑ پر الزام کا تحقیقی و الزامی جواب	۴۱ تا ۴۶
۲۲	پہلا اختلاف براہین میں مسیح کے دوبارہ آنے اور ازالہ اوہام میں نہ آنے کا جواب	۴۷ و ۴۸
۲۳	دوسرا اختلاف۔ مسیح کی ایک پیشگوئی کو بناوٹی اور پھر یقینی کہنے کا جواب	۴۹ تا ۵۲
۲۴	تیسرا اختلاف۔ مسیح کے ایک قول کی مذمت پھر اسی کی تحسین کا جواب	۵۳ و ۵۴
۲۵	چوتھا اختلاف۔ مسیح کو شرابی کہنے اور پھر اسکی تعریف کرنے کا جواب	۵۵ و ۵۶
۲۶	پانچواں اختلاف۔ یسوع کا ذکر قرآن میں ہے اور نہیں ہے کا جواب	۵۷
۲۷	چھٹا اختلاف یسوع کو دعویٰ خدائی کرنیوالا بتایا اور پھر اسی کو نیک کہا کا جواب	۵۸
۲۸	ساتواں اختلاف مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور نہیں کیا کا جواب	۵۹ و ۶۰
۲۹	آٹھواں اختلاف مسیح موعودؑ کا [illegible] کا جواب	۶۱ و ۶۲
۳۰	نواں اختلاف خدا تعالیٰ توفی والے سوال کا قیامت سے پہلے ہونا اور قیامت کو ہونے کا جواب	۶۳
۳۱	وفات مسیح [illegible] سے ثابت ہے	۶۴
۳۲	دسواں اختلاف [illegible] کی روح اور مجھ میں یسوع کی روح کا جواب	۶۵
۳۳	گیارھواں اختلاف مسیح کے [illegible] پرواز و عدم پرواز کا جواب	۶۷
۳۴	بارھواں اختلاف۔ مسیح کی عمر ایک سو بیس اور ۱۲۵ برس کا جواب	۶۸ تا ۷۰
۳۵	تیرھواں اختلاف۔ بائبل کی تحریف اور عدم تحریف کا جواب	۷۱ تا ۷۳
۳۶	چودھواں اختلاف طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے اور نہ نکلنے کا جواب	۷۴ و ۷۵
۳۷	مسیح موعودؑ کے [illegible] ہونے کا قرآن مجید سے جواب	۷۶ و ۷۷
۳۸	ایڈیٹر اہلحدیث کی زبان سے مسیح موعود کے سچا ہونے کا ثبوت	۷۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۹	باب دوم۔ کذبات ثنائی کی تفصیل اور ثناء اللہ کی قلم سے اسکی تردید	۷۹ و ۸۰
۴۰	کذب اول و ششم و ہفتم۔ نبیوں کی مسیح موعود کو دیکھنے کی خواہش کا جواب	۸۱ تا ۸۵
۴۱	کذب دوم۔ سو سال تک قیامت آنے کا جواب	۸۶ تا ۸۷
۴۲	کذب سوم۔ خلیفۃ اللہ المہدی کی حدیث کا بخاری میں ہونے کا جواب	۸۸ تا ۹۰
۴۳	کذب چہارم۔ حدیث یخرج الدجال کا حوالہ دینا	۹۱ و ۹۲
۴۴	کذب پنجم۔ ابوہریرہ کے فہم قرآنی میں ناقص ہونیکے حوالہ تفسیر ثنائی کا جواب	۹۳ تا ۹۵
۴۵	حضرت ابوہریرہ کے متعلق اہلحدیث کا خیال	۹۶ تا ۹۸
۴۶	صحابی کی تفسیر کے متعلق مولوی ثناء اللہ کا عقیدہ	۹۹
۴۷	کذب ہفتم۔ مسیح موعود کا خدا کے مانند ہونے کا جواب	۱۰۰
۴۸	کذب ہشتم۔ مسیح موعود کا دعویٰ خدائی کرنے کا جواب	۱۰۱ تا ۱۰۳
۴۹	کذب دہم و یازدہم۔ خدا کا خود اترنا اور خدا قادیان میں کا جواب	۱۰۴ و ۱۰۵
۵۰	باب سوم۔ نشانات حضرت مسیح موعود	۱۰۶ و ۱۰۷
۵۱	مسیح موعود کے زمانہ میں غلبہ اسلام کا جواب	۱۰۷ تا ۱۱۰
۵۲	مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹوں کے بیکار ہونے کا جواب	۱۱۰ تا ۱۱۳
۵۳	مسیح موعود کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ میں ریل کے بن جانے کا جواب	۱۱۴
۵۴	مسیح موعود کا زمانہ دعویٰ ۴۰ سال کی بجائے ۲۶ سال ہونا کا جواب	۱۱۵ و ۱۱۶
۵۵	مسیح موعود کا حسب پیشگوئی دانیال نبی ۱۳۳۵ ہجری تک زندہ رہنے کا جواب	۱۱۷ و ۱۱۸
۵۶	مسیح موعود کا حج نہ کرنے اور فج روحا کا جواب	۱۱۹ تا ۱۲۳
۵۷	محمدی بیگم کا نکاح اور مرزا سلطان محمد کی موت کا جواب	۱۲۴ تا ۱۲۶
۵۸	مسیح موعود کا تتمہ بہشت کے مٹانے اور [illegible] کی اشاعت نہ کرنے کا جواب	۱۲۷ تا ۱۳۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۹	باب چہارم۔ اخلاق اسلامی اور سیدنا مسیح موعودؑ علیہ السلام	۱۳۱
۶۰	انجیل و قرآن مجید نے مخالفین انبیاء کو کن ناموں سے مخاطب کیا	۱۳۳
۶۱	حضرت مسیح موعودؑ کا بیان کہ میں نے مخالفوں کو انکی گالیوں کے بعد تنبیہ کی	۱۳۴
۶۲	مولوی ثناء اللہ کا اقرار کہ مرزا صاحب کو مخالفوں نے گالیاں دیں	۱۳۶
۶۳	ذریۃ البغایا کا جواب	۱۳۷ و ۱۳۸
۶۴	سعد اللہ لدھیانوی کو ابن البغاء کہنے کا جواب	۱۳۹ تا ۱۴۱
۶۵	لطیفہ مولوی ثناء اللہ کا سب کو ابن بغاء قرار دینا	۱۴۲
۶۶	مرزا صاحبؑ کا اپنے مخالفوں کو سؤر اور انکی عورتوں کو کتیاں کہنے کا جواب	۱۴۴
۶۷	مرزا صاحبؑ کا مولویوں کو بدذات کہنے کا جواب	۱۴۵
۶۸	باب پنجم۔ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کا جواب	۱۴۹
۶۹	اشتہار آخری فیصلہ میں دعا مباہلہ تھی نہ کہ یکطرفہ دعا۔ اسکے بارہ دلائل	۱۶۱
۷۰	حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کا جواب	۱۷۱
۷۱	حقیقۃ الوحی نہ بھیجنے کا جواب	۱۷۲
۷۲	بدر ۱۳ جون کا مضمون ایڈیٹر صاحب بدر کا اپنا ذاتی ہے۔	۱۷۴
۷۳	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا اشتہار ۱۵ اپریل کو مباہلہ نہ کہنے کا جواب	۱۷۵

---

۲۲ دسمبر ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اِنَّ جندنا لھم الغالبون ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ تجلیات رحمانیہ

سوئے من اے بدگماں از بدگمانی ہا مبین
فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

دنیا تاریک تھی۔ انسان اخلاق اور روحانیت سے عاری تھے۔ اہلِ مذاہب بدتر حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہر طرف روحانی قحط پڑ رہا تھا۔ اور خشک سالی سے روحانیت کے پودے مرجھا گئے تھے۔ مسلمان اسلام کی کشتی کو منجدھار میں دیکھ کر بے چین و سراسیمہ ہو رہے تھے۔ مادیت کی بادِ سموم نے اسلام کے نونہال فرزندوں اور چمن اسلام کی نوشگفتہ کلیوں کو پامال خزاں بنا دیا تھا۔ اور اپنے و بیگانے اسلام کے مستقبل کو تاریک اور اس کے مقدس اور پاک اور نافع وجود کو عنقریب مٹ جانے والا نقش تصور کر رہے تھے۔ علماء کی بد اعمالی تکفیر بازی اور خانہ جنگی نے اسلام کو سخت صدمہ پہنچایا۔ کہلانے والے صوفیائے اور ظاہر پرستوں کے افراط و تفریط نے اسلام کی شکل کو مسخ کر دیا۔ رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ اور اس ظلمت فشاں روحانی رات میں مطلعِ آفتاب (مشرق) سے نورِ خدا کا ظہور ہوا۔ اسلام کی کشتی کا ناخدا، گلشن اسلام کا باغباں۔ اور روحانیت کا مصلحِ اعظم آبِ حیات لئے دنیا میں نمودار ہو گیا۔ ۔۔ اسلام کا

ایک کامیاب جرنیل تھا۔ غیر مذاہب کے نبردوں اور بھالوں کے سامنے سینہ سپر ہوا۔ شیطانی طاقتوں سے اس نے ایک کامیاب جنگ کی۔ جس کا نتیجہ اسلام کی شاندار فتح اور اس کا درخشندہ مستقبل تھا۔ اس نے مردہ روحوں میں نفخ فرما کر اعجاز مسیحائی کا اظہار کیا۔ اور گمراہان طریقت کو وصل باللہ بنا کر مہدویت کی حقیقت کو آشکار فرمایا۔ فی الواقع وہ سچا مسیح موعود اور برحق مہدی مسعود تھا۔ خدا کی لاکھوں لاکھ برکات اور صلوات اس پر اور اس کے مطاع سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ اور تا ابد ہوتی رہیں۔ آمین

نادانوں نے خیال کیا۔ کہ مرزا غلام احمد ایک کمزور انسان ہے۔ اس کیسا تھ کوئی جتھا نہیں۔ ہم اس کو بآسانی مٹا دینگے۔ وہ اس نور کو بجھانے اور خدا کے اس پودے کو بیخ و بن سے اکھاڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر یہ آواز انسانی آواز نہ تھی۔ کہ انسان اس کو دبا سکتے۔ یہ خدائی قرنا اور آسمانی نعرہ تھا۔ ازل سے مقدر تھا۔ کہ آخری زمانہ میں قادیان کی گمنام اور چھوٹی سی بستی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی معمولی سی شخصیت کے ذریعہ خدا تعالےٰ کی تجلیات قدرت کا ظہور ہوگا۔ مشیت ایزدی کو یہی منظور تھا۔ کہ یہ پودا بڑھے پھلے اور پھیلے۔ دنیا اس کے سایہ تلے آرام کرے۔ اس لئے جب تاریکی کے فرزند اکٹھے ہو کر خدا کے جری پر حملہ آور ہوئے۔ تو خدا خود اس کی حمایت کے لئے اترا۔ اس نے اس ضعیف اور مظلوم کی تائید میں وہ نشانات اور معجزات دکھائے۔ جو دنیا نے مدتوں سے نہ دیکھے تھے۔ اس کی قہری اور رحمانی تجلیات نے قلوب کا احاطہ کر لیا۔ دشمن بھاگ گئے۔ اور خدا کا شیر میدان میں للکارتا رہا ؎ اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر

از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

پنڈت، پادریوں اور علماء کی ان تھک کوششوں، منصوبہ بازیوں اور ہر قسم کی شرانگیزیوں کے باوجود احمدیت کا شجر بڑھا۔ اور پنجاب، ہندوستان، افغانستان، ایران، شام، فلسطین، مصر، جاوا، سماٹرا، آسٹریلیا، امریکہ، نائیجیریا، افریقہ اور بلادِ یورپ وغیرہ اقالیم دنیا میں اس کی شاخیں پھیل گئیں۔ اور احمدیت کے حلقہ بگوش سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں ہو گئے۔ اللّٰھم زد فزد۔ کیا چشم بصیرت کے لئے اس میں سبق نہیں؟

قومیں آنے والے موعود کے لئے چشم براہ تھیں۔ اس کی آمد کی منتظر تھیں۔ حالاتِ دنیا اس کے ظہور کے متقاضی تھے۔ سو خدا کا موعود عین وقت مقرر پر اور الٰہی نوشتوں کے مطابق ظاہر ہوا۔ آسمانی نشانات اور سماوی تائیدات کے ساتھ آیا۔ مگر آہ! قوم اسکی شنوا نہ ہوئی۔ اس نے امم ماضیہ کے طریق پر خدا کے پیارے کے ساتھ تکذیب و استہزار کا طریق اختیار کیا۔ اسے گالیاں دیں۔ اس پر پتھر برسائے۔ جھوٹے مقدمات کئے۔ قتل کے منصوبے باندھے۔ اس کے متبعین کا کلی طور پر مقاطعہ کیا گیا کھانا اور پانی تک بند کر دیا گیا۔ ہاں اس کے روحانی جگر گوشوں کو پتھروں کی بارش سے سنگسار کیا گیا۔ سب کچھ ہوا۔ زمینی تدبیروں میں سے کوئی تدبیر باقی نہ رہی۔ دشمنانِ حق کے ترکش خالی ہو گئے۔ ان کی زبانیں خشک گئیں۔ مگر خدا کا کام نہ رکنا تھا نہ رکا۔

علماء ایک بڑی طاقت سمجھی جاتی تھی۔ اس سے ٹکرانا پہاڑ سے سر مارنا سمجھا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ "ان حضرات (علماء) کی مخالفت سے کبھی کامیابی نہ ہوگی" (اہلحدیث ۱۲ر جون ۱۲ء) مگر کون جانتا تھا۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا جاوے۔ اور اس قدیمی بت کو جو اسلام کے دامن پر ایک بدنما

دھبّہ ہے۔ نولادِ ابراہیمی سے پاش پاش کر دیا جاوے۔ علماء اپنے غرورِ علم میں اٹھے۔ اور مفتی اپنے فتوں کے بل پر کھڑے ہوئے۔ تا خدا کے بندہ کی راہ بند کر دیں۔ اور اس مقناطیسی طاقت کی طرف جذب ہونے والوں کو روک دیں۔ مگر ان کا شیشۂ غرور چور چور ہو گیا۔ اور علمِ روحانی۔ معارفِ قرآنی اور اعجازِ تحدی کے میدان میں وہ منہ کے بل گرے۔ انکے فتووں کی دیوار طالبانِ صداقت کو روک نہ سکی۔ اور خدا کا کلمہ بلند ہوا۔ بھلا کون ہے۔ جو خدا کے کام کو روک سکے؟

مسلمان کہلانے والوں نے صدیؔ کے سر پر ظاہر ہونے والے موعود کو قبول نہ کیا۔ اور آسمان سے جسم سمیت اترنے والے مسیح کے لئے ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ بھلا آسمان پر کوئی گیا ہو تو آوے۔ یہود ایلیا نبی کے آسمان سے اترنے کے آج تک قائل اور اس کے نزول کے لئے آہ و بکا کرتے ہیں۔ مگر ایلیا نہیں آتا۔ اور نہ آئے گا۔ آنے والا آچکا۔ انہوں نے اسے شناخت نہ کیا۔ یہی حال آج اسلام کے ان نام لیواؤں کا ہے۔ مسیح و مہدی کا ظہور ہو چکا۔ مگر یہ ہنوز اپنے خیالات میں ہی محو ہیں۔ انتظارِ مہدی میں زمانہ گذر گیا۔ اور اب یاس و نا امیدی کی حالت پہنچ گئی ہے اسلئے بہتر ہے۔ کہ وہ اب بھی جلد اس خیر خواہانہ آواز پر توجہ کریں۔ ورنہ یاد رہے ؎

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دنیا سے بھی اب تو آگیا ہفتم ہزار

لہ حدیث صحیح میں ہے ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علٰی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابن ماجہ) اس حدیث کے صحیح ہونے کا منکر بے علم ہے۔ (نور مصباح الزجاجۃ علٰی سنن ابن ماجہ ص۳۲۴) مصنف ٭

آج سے ۲۰ برس قبل عوام کی بڑھتی ہوئی روحانی تشنگی کو عارضی سہارا دینے کے لئے لکھا گیا تھا:-

"خواجہ صاحب (حسن نظامی صاحب) نے لکھا ہے۔ کہ ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو امام مہدی کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسی کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تو یہاں تک کہدیا۔ کہ اسی ۱۳۳۰ھ میں امام ممدوح ظاہر ہو جائیں گے"

(اہلحدیث ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء صلہ)

۱۳۳۰ھ چھوڑ آج ۱۳۵۰ھ ہجری بھی ختم ہونے کو ہے۔ مگر بجز اسی صادق مہدی کے جو سرزمین ہند اور قادیان (کد علیہ) کی بستی سے ظاہر ہوا۔ کوئی امام مہدی ظاہر نہ ہوا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ ہمارے بھائی ان طفل تسلیوں کی بجائے راہِ حق کو قبول کریں؟

لوگ کہتے ہیں۔ کہ ابھی مسیح موعود کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ اغیار کے حملوں سے ناواقف ہیں۔ حصارِ اسلام پر کفر کی یورشوں سے آگاہ نہیں دین حنیف کی نازک اور نحیف حالت کا آپ کو پتہ نہیں۔ تو آیئے مسلمان کہلانے والوں کی حالت اور وہ بھی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی زبانی پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے:-

(الف) "عجیب عجیب قسم کے خرافات اپنے ذہنوں میں ڈال رکھے ہیں۔ بعینہٖ وہی عقائد باطلہ جن کی تغلیط کے لئے خدا نے ہزارہا انبیاء[1] بھیجے تھے

---

[1] جب ضرورت موجود ہے۔ تو نبیوں کا آنا کیونکر بند مانتے ہو؟ (ابو العطاء)

ان نام کے مسلمانوں نے اختیار کر لئے ہیں "

(تفسیر ثنائی جلد اوّل ص۹)

(ب) " ایسے افعال شنیعہ اور اطوار قبیحہ مسلمانوں میں بھی عام طور پر مروج ہو گئے ہیں۔ کتاب اللہ قرآن کریم چھوڑ کر نبذوا کتاب اللّٰہ وراء ظہورھم کے مصداق بن رہے ہیں۔ جھوٹی روایات اور قصص واہیات کے بیان کا موقع اب ہمارے منبر ہیں۔ قرآن کریم جو عین وعظ تھا۔ اور وعظ کے لئے ہی اترا تھا۔ اور ایسے ہی حضور اقدس فداہ روحی ہمیشہ اپنے خطبوں میں پڑھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ اسی کی یہ حالت ہے۔ کہ خطبوں میں بھی اس کو جگہ نہیں ملتی۔ وہ جگہ بھی مروج خطب مصنفہ نے کہ جن میں بعض نظم اور بعض نثر ہیں اپنے لئے مخصوص کر لی ہے۔ ہاں تبرکاً اگر کوئی آیت منہ سے نکل جائے تو اور بات ہے۔ واحسرتا! اس روز ہم کیا جواب دینگے۔ جب ہم پر اس مضمون کی نالش ہو جاویگی۔
وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً"

(تفسیر ثنائی جلد ۱ ص۵۲)

(ج) " ے مولوی اب طالب دنیائے جیفہ ہو گئے
وارث علم پیمبر کا پتہ لگتا نہیں

(اہلحدیث ۱۳ مئی ۱۹۱۲ء)

میرے بھائیو۔ اس قوم کی یہ جو اسلام کی محافظ مقرر ہوئی تھی۔ جب اعتقادی اور عملی حالت ایسی بھیانک ہو گئی۔ تو کیا ابھی شک ہے۔ کہ وعدۂ الٰہی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (حجر ع) کے مطابق موعود کا ظاہر ہونے کا یہی وقت ہے؟ کیا ہی سچا اور راستباز انسان تھا جس نے فرمایا ے

۵ـ وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

جب قرآن مجید جیسا درِ یتیم اور لعلِ بے بہا حقیر گردانا گیا۔ اسے پس پشت پھینکا اس کی آیات کو منسوخ قرار دیا گیا۔ اس اَنظم کلام کو بے ربط اور بے ترتیب بتایا گیا۔ ہاں جب اس کے الفاظ کو انسانی الفاظ کہا گیا۔ اسے گزشتہ قصص کا مجموعہ بتایا گیا۔ احادیث کو اس پر فائق مانا گیا۔ تب خداوند تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ تا وہ اس قیمتی خزانہ کی قدر و قیمت سے آگاہ کریں۔ حضور کوئی نئی شریعت نہ لائے۔ احکام شریعت میں کوئی تغیر یا تبدل نہیں کیا۔ ہاں قرآن مجید کے خوبصورت چہرہ کو روشن کر دیا۔ اس میں ناسخ و منسوخ کے غلط عقیدہ کو دور فرمایا۔ ہاں وہ نایاب موتی اور بیش قیمت لعل دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ اس مقدس انسان کی تعلیم کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

(الف) "تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دینگے۔ وہ آسمان پر عزت پائینگے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے۔ ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو۔ کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں۔

جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ جو خدا سچ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا۔ کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے"

(کشتی نوح صـ۱۳)

(ب) "قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں۔ بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے"

(براہین حصہ پنجم صـ۱۰۲)

(ج) "قرآن کے ہر ایک ایسے فقرہ کے نیچے ایک خزانہ ہے۔ جس کو کافروں کے ہاتھ مخالفانہ حربہ سے منہدم کر کے جھوٹ کے رنگ میں دکھلانا چاہتے ہیں"

(اربعین ۳ صـ۱۵)

اے خدا کے نام لیوا لوگو! کیا تم قرآن مجید کے ایسے عاشق اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دلدادہ کو کافر اور دجال کہتے ہو۔ خدا سے ڈر جاؤ۔

کشت دین کی آبیاری بہت بڑی کامیابی چاہتی ہے۔ اور قربانی ہمیشہ انسان کے نتائج بر یقین اور عزم کے ماتحت ہوتی ہے۔ جو قوم نعمت یقین سے محروم ہوتی ہے اس کا ہر دن اس کے تنزل کا باعث ہوتا ہے۔ ان میں نہ عزم ہوتا ہے نہ قربانی ؎

علےٰ قدر اھل العزم تاتی العزائم

خدا تعالےٰ کے نبی زندہ یقین کا منبع ہُوا کرتے ہیں۔ اسلئے ابتدائے آفرینش سے سنت اللہ اسی طور پر واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ معترضین کا معقول رنگ میں منہ بند کرنے کے بعد

نبیوں کی غیر معمولی نصرت کر کے تمام اعتراضات کا اصولی جواب دیتا ہے۔ فرمایا۔ ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علیٰ ما کذبوا واوذوا حتیٰ اتاھم نصرنا ولا مبدل لکلمات اللہ ولقد جاءک من نباء المرسلین (الانعام ع ۴)۔
اور نصرت الٰہی کی علامت یہی ہوتی ہے کہ ان کو پاکیزہ، عزیمت والی اور قربانی کرنے والی جماعت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً (النصر) نبی خود زندہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے متبعین میں بھی زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے صادق نبی تھے۔ خدا تعالیٰ نے مخالفوں کی اشد مخالفت کے باوجود حضور کو ایک پاکیزہ جماعت دی۔ جو اپنی قربانیوں میں ضرب المثل بن گئی ہے۔ اور اس نے اپنے تبلیغی کارناموں سے چار دانگ عالم میں ایک غلغلہ برپا کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے و بیگانے اس کی زندگی اور قوت عملیہ کے معترف ہیں۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی کا بیّن ثبوت ہے۔ نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل شہادات پر غور فرمائیں۔

(الف) "مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار۔ کمر بستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں۔ تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولو العزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے"

(اخبار زمیندار۔ لاہور مورخہ ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء)

(ب) "احمدی بھائیوں نے جس خلوص، جس ایثار، جس جوش اور جس ہمدردی

سے اس کام (انسداد ارتداد) میں حصہ لیا ہے۔ وہ اس قابل ہے۔
کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے۔"
(زمیندار ۱۸ اپریل ۱۹۲۳ء)

(ج) "اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں۔ سب کسی نہ وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں۔ صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جماعت سے مرعوب نہیں ہے۔ اور خالص اسلامی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔" (اخبار مشرق گورکھپور ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(د) "جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے۔ اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے۔ وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔" (اخبار مشرق ۲۵ مارچ ۱۹۲۳ء)

(ذ) "ناشکر گذاری ہوگی۔ اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں۔ جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں۔ جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم۔ اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔"

(اخبار ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء الفاظ مولانا محمد علی صاحب)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برخلاف علماء وقت نے فتویٰ کفر دیئے۔ احادیث[1] اور اولیاء اُمت کی بیان کردہ خبروں کے مطابق ایسا ہونا ضروری تھا۔ اور علماء سوء کے ہاتھوں حضرتؑ کا کافر قرار دیا جانا خود حضرتؑ کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ بقول اخبار سیاست "آج سے چند سال قبل سچے مسلمان کی نشانی یہ مقرر ہو گئی تھی۔ کہ اس کے خلاف علماء سوء نے کفر کا فتویٰ دیا ہو۔" (سیاست۔ لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۲۵ء صہ ۲)

گروہ اہلحدیث نے جو اپنے آپ کو اسلام کا واحد اجارہ دار سمجھتا تھا سلسلہ احمدیہ کی مخالفت میں جان توڑ کوشش کی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو ایڈووکیٹ اہلحدیث تھے کہا تھا۔ کہ "میں نے ہی مرزا کو اونچا کیا ہے۔ میں ہی اس کو گراؤں گا" اور اس نے اس قول کی تصدیق کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر جس کو خدا اونچا کرتا ہے "اُسے کون گرا سکتا ہے۔ نعم ما قال السید احمد المسیح الموعود علیہ السلام ؎

ومن ذا الذی یخزی عزیز جنابہ
کلا من لا تغنی سموم سمام

خدائی عمارتوں کا گرانا ناممکن ہے۔ آسمانی نوشتوں کو بدل دینا محال ہے۔ اسلئے وہ مولوی محمد حسین جو غرور و تکبر سے مقابلہ پر آیا، نہایت ناکامی، ذلت اور رسوائی سے دنیا سے رخصت ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے:۔

"مرزا صاحب کے دعویٔ مسیحیت پر سب سے اوّل مخالف مولوی محمد حسین صاحب تھے" (رسالہ تاریخ مرزا صہ ۲۶)

---

[1] فتوحات مکیہ۔ مکتوبات امام ربانی اور حجج الکرامہ۔ ۱۲

مولوی محمد حسین صاحب نے دل کھول کر مخالفت کی۔ گالیاں دیں۔ فتوی لکھے عدالتوں میں عیسائیوں کی طرف سے جھوٹی گواہیاں بھی دیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ خدا کے فرستادہ کا بال بیکا نہ کرسکا۔ وکان امر اللّٰہ مفعولاً۔ مولوی ثناء اللّٰہ نے آخر کار مولوی محمد حسین کو ناکام بتلاتے ہوئے لکھا تھا:۔

"مولانا! للّٰہ آپ غور فرماویں۔ کہ آپ نے آج تک کیا کام کئے اور آپ کیا کر رہے ہیں"۔ (یعنی کچھ بھی نہیں)

(اخبار اہلحدیث ۱۹ر جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۹)

کیا ہی حسرت کی موت ہوئی۔ میں نے خود مولوی محمد حسین صاحب سلمہ کی آخری عمر کی ذلت کو مشاہدہ کیا ہے۔ واللّٰہ نہایت عبرتناک منظر تھا۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار

مولوی محمد حسین کے بعد یا ان کی زندگی میں ہی اس عہدہ یعنی اوّل نمبر کی مخالفت کا چارج مولوی ثناء اللّٰہ صاحب امرتسری نے لیا (اہلحدیث ۲۲ر نومبر ۱۹۰۸ء) ۔ اور دن رات کا پیشہ یہی بنا لیا۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف زہر پھیلایا جائے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قادر نمائی کے لئے مولوی صاحب کو مخالفت کرنے کے لئے عمر بھی کافی دیدی۔ تا انہیں مخالفت نہ کر سکنے کا ارمان نہ رہ جائے۔ لیکن جیسا کہ ہم اس رسالہ کے باب پنجم میں لکھ چکے ہیں۔ یہ مہلت ان کے لئے نہایت ہی حسرت کا موجب ہے۔ ایک طرف وہ سلسلہ احمدیہ کو بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ عمارت جسے گرانا ان کا مقصد تھا۔ اور بھی وسیع اور راسخ ہوتی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف ان کا اپنا گروہ نیم جان سسکیاں لے رہا ہے۔ روز بروز تنزل کی طرف ہی جا رہا ہے۔ اور وہ دن بالکل نزدیک ہیں۔ کہ جب یہ اہلحدیث فرمان خداوندی وجعلناھم احادیث کے مصداق بن جائیں گے۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔ فرقہ اہلحدیث کی موجودہ حالت کا نقشہ اخبار اہلحدیث کی زبانی یہ ہے۔

اہم جدید کرمقالہ ڈاکٹر صاحب ... کی تازہ تصنیف محمد حسین بٹالوی کا انجام دیکھنے کے لائق ہے۔

(۱) "نام کے بنی اسرائیل تو آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور صفحہ دنیا سے نام غلط کی طرح مٹ گئے۔ مگر آہ! کام کے بنی اسرائیل اب بھی موجود و ترقی پذیر ہیں۔ ہم نے سجادہ نشینی کا فخر حاصل کیا۔ اور خان اسرائیلی ہاتھ میں لی۔ اور اپنا گھوڑا گھوڑ دوڑ میں بنی اسرائیل سے بھی آگے بڑھا دیا۔ صادق اور مصدوق فداہ ابی و امی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہماری اس شتر سواری اور گوئے سبقت کی پیش بری کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ یقیناً میری اُمت سے بھی لوگ ہو بہو بنی اسرائیل کی طرح افعال بد میں منہمک ہونگے حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا۔ تو میری امت میں بھی ماں سے زنا کرنے والے افراد موجود ہونگے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج ہم مدعی اہلحدیث بھی حذو النعل بالنعل بنی اسرائیل کی طرح ہر معاملہ میں مصلحت و دور اندیشی۔ ضرورت وقتی و پالیسی۔ زر پرستی کاسہ لیسی۔ خوشامد و چاپلوسی وغیرہ کو معبود برحق سمجھ کر اسی کی پوجا کرنے لگے"

(اہلحدیث ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء صلا)

(۲) "آہ! ہم کیا ہیں۔ ہم وہ ہیں۔ کہ ہمارے قوی سلب ہو چکے۔ بہادری عنقا ہو چکی۔ اعضاء کمزور ہو چکے۔ حقانی تڑپ ہمارے دلوں سے معدوم ہو چکی۔ بلکہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ تمام اعضاء مر چکے۔ فقط ایک دہن اور اس میں زبان باقی ہے"

(اہلحدیث ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء صلا)

(۳) "بھائیو! ہمارے زبانی دعویٰ تو اس قدر وسیع ہوتے ہیں۔ کہ سننے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ مگر عملی رنگ میں نہ کوئی ہمارا نظام۔ نہ کوئی ہمارا کام۔

اور نہ ہمارے کوئی مبلغ ہیں۔ اگر ہے تو صرف زبانی جمع خرچ دگر ہیچ۔ برادران ذرا انصاف سے کہیئے۔ ایسی حالت میں اہلحدیث جماعت زندہ ہے۔ یا مردہ؟ ..... اگر یہ کہا جائے۔ کہ ہندوستان اور پنجاب میں[1] اہلحدیث جماعت مردہ ہے۔ تو بجا ہے۔ بھائیو! کیا یہ مقام عبرت نہیں ہے۔ کہ ما انا علیہ واصحابی پر عامل ہونے کا دعویٰ کرنے والی جماعت اس قدر کس مپرسی کی حالت میں سرگرداں ہے کہ اس بے لبسی کی حالت کو دیکھ کر اگر زار زار آنسو بہائے جائیں۔ تو بجا ہیں۔" (اہلحدیث ۱۴ را پریل ۱۹۳۰ء)

(۴) "آہ! میرے پیارے اہلحدیث بھائیو! آج ہم ہدایت ربانی اور اسوۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے۔ احکام الٰہی اور اسلامی تعلیم کو خیرباد نہ کہتے۔ اخلاق حسنہ کی پرواہ رکھتے۔ تو نصرت الٰہی، کامیابی اور علم اسلامی آج ہمارے ہاتھ میں ہوتا...... احباب اہلحدیث اب تو للہ بیدار ہوں۔ دیگر فرقوں کی جانب نظر کریں۔ کہ کس قدر وہ اس اہم کام اشاعت میں حصہ لیتے ہیں۔ اور ہم کس قدر چپ چاپ مدہوش پڑے ہیں۔" (اہلحدیث ۹ راکتوبر ۱۹۳۰ء)

بالآخر میں تمام قارئین سے عموماً اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے خصوصاً اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس رسالہ کو پڑھیں۔ اور ضد و تعصب کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں۔ خدا کے نشانات

---

[1] بالکل بجا ہے حضور کہیئے۔ مگر جانتے ہیں وجہ کیا ہے؟ یہ سب "سردار اہلحدیث" کی نحوست ہے۔ یا اس کی حسرت کا سامان۔ اے کاش وہ اب بھی عبرت حاصل کریں۔ (ابوالعطاء)

آفاق میں بھی ظاہر ہوئے۔ اور آپ کی ذات میں بھی۔ اسلئے اس قدر اتمام حجت کے بعد بھی انکار پر اصرار خدا کے غضب کو بڑھانے کا موجب ہوگا۔ یاد رکھو۔ تم دنیا کے لوگوں کو چالاکیوں سے دھوکہ دے سکتے ہو۔ مگر خدا تعالےٰ کے سامنے کوئی چالاکی پیش نہیں جا سکتی۔ وہ دل کی باریکیوں کو جانتا ہے۔ اس کا خوف کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور راہ حق کو قبول کرو۔ تا تم نجات پاؤ۔ وما علینا الا البلاغ۔

اے میرے پیارے اور محسن خدا! میں تجھ سے عاجزانہ التجا کرتا ہوں۔ کہ تو اس رسالہ کو قبول فرما۔ اسے خلق کے لئے نافع اور مفید بنا۔ میری کمزوریوں سے ستاری فرما۔ میں تیرا کمزور بندہ ہوں۔ دشمنان حق کو سمجھ دے۔ کہ وہ تیرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کریں۔ کیونکہ تیرے بغیر راہ حق پانا ناممکن محض ہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار

سلسلہ احمدیہ کا ادنیٰ ترین خادم

ابوالعطاء اللہ دتا جالندھری

قادیان دارالامان نزیل فلسطین

حیفا فلسطین

۱۶ر نومبر ۱۹۳۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

تجلّیاتِ رحمانیہ

تمہید

اہلِ دنیا خوابِ غفلت میں ہوتے ہیں۔ اور فسق و فجور کی ظلمت، ناپاکی و بداعمالی کی تاریکی ان کو گھیرے ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے قرنا میں آواز دیجاتی ہے۔ اور خدا کا برگزیدہ نبی پیغامِ عمل سلئے ان کے درمیان مبعوث ہوجاتا ہے۔ تاریکی کے فرزند اس کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اور اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے ہر قسم کا مکر و فریب بھی عمل میں لاتے ہیں۔ مگر آخر خدا کا کلمہ ہی بلند ہوتا اور اس کا رسول ہی غالب آتا ہے۔ معاندینِ حق کی اسی عادتِ مستمرہ کا ذکر کرتے ہوئے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا فِیۡ کُلِّ قَرۡیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجۡرِمِیۡہَا لِیَمۡکُرُوۡا فِیۡہَا ؕ وَ مَا یَمۡکُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِہِمۡ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ (انعام ع۱۵) ہر بستی کے بڑے مجرم اس نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہوجاتے ہیں۔ مگر ان کے مکر ان پر ہی پڑتے ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید و احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق وقتِ مقررہ پر آئے۔ اور انہی نشانوں کے ساتھ آئے۔ جو پہلے نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ مگر ضرور تھا۔ کہ آپ کی مخالفت ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ علماء و مشائخ۔ امراء و فقراء پنڈت و پادری حتّٰی کہ راعی و رعایا سب آپ کے مخالف ہوگئے۔ اور آپ کے سلسلہ کو نابود

کرنا چاہا۔ لیکن کون ہے۔ جو خدا کے کاموں کو روک سکے۔ وہ سلسلہ بڑھا۔ اور دنیا میں پھیل گیا۔ اور یہ اس کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا قدم مخالفت میں بہت آگے ہے۔ اور انہیں اس سبقت پر فخر ہے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف متعدد کتب لکھی ہیں۔ ان سب کے جوابات سلسلہ احمدیہ کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں۔ مگر وہ بار بار انہی باتوں کو دہرائے جاتے ہیں۔ میں نے ان کی تمام تحریروں کو ٹھوس دلائل، علمی بحث اور معقول طرز گفتگو سے خالی پایا ہے۔ صرف ہزل و تمسخر اور بازاری شغل ان کے رسالوں کی زینت ہیں۔ خصوصیت سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ انہوں نے آج تک احمدیت کے اصولی مسائل کے متعلق قلم اٹھانے کی بجائے محض چند حوالجات کی کتر و بیونت کر کے مخلوق خدا کو حق سے دور کرنا چاہا ہے۔

گذشتہ دنوں انہوں نے ایک تازہ رسالہ بنام "تعلیمات مرزا" شائع کیا ہے۔ عنوان کے لحاظ سے چاہیئے تھا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات درج کرتے۔ اور ان پر بحث کرتے۔ لیکن انہوں نے جو کیا وہ یہ ہے۔ کہ اس رسالہ میں چار باب۔ اختلافات مرزا۔ کذبات مرزا۔ تناقضات مرزا۔ اور اخلاق مرزا کے ماتحت چند حوالجات درج کر دیئے ہیں۔ اور یہ اعتراضات اکثر ایسے ہیں۔ جن کے متعلق احمدیہ لٹریچر میں جواب دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن چونکہ مولوی صاحب کا دعویٰ ہے۔ کہ:۔

"یہ رسالہ میرے خیال میں میری جملہ تصانیف متعلقہ مشن قادیان سے مفید تر ہے" ٹا ص۳

اسلئے ہم بفضلہ تعالیٰ ذیل میں اس کا جواب لکھتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ٭

دیباچہ پر ایک نظر

مولوی صاحب نے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں نے اخبار اہلحدیث ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۰؁ء میں بعنوان "مدرسہ تعلیم مرزا کھل گیا۔ ایک آخری اعلان" شایع کیا۔ کہ لوگ آکر ہم سے احمدیت کے متعلق تعلیم سیکھیں۔ لیکن مولوی صاحب کی نوٹ جاذبہ اور تعلیمی "قابلیت" کا نتیجہ ان کے اپنے الفاظ میں ہی یہ ہوا۔ کہ:-

"باوجود اعلان عام کے کوئی طالب علم پڑھنے کو نہ آیا" (تعلیمات ص۷)

اسلئے مولوی صاحب کو ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ اپنے معلومات کو رسالہ کی شکل میں ظاہر کریں۔ چنانچہ یہ رسالہ تالیف ہوا۔

ہمارا یقین ہے۔ کہ جب کسی عاقل بالغ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ مولوی صاحب کا شاگرد بنے۔ کیونکہ دنیا جانتی ہے ؎

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملاں ∴ کار طفلاں تمام خواہد شد

تو اب ان کے اس شایع کردہ نصاب کو یا "ذخیرہ معلومات" کو کون شائستہ التفات سمجھے گا۔ بلکہ ان کے رسالہ کا بھی وہی حال ہوگا۔ جو ان کے "اعلان عام" کا ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

مولوی ثناء اللہ صاحب سلسلہ احمدیہ کا آنریری مبلغ؟

مولوی صاحب دیباچہ میں لکھتے ہیں:-

"مرزائی اخبار اور مرزائی امام خاکسار کو اپنا بدترین دشمن لکھا اور کہا

کرتے ہیں۔ میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں۔ میں دشمن نہیں ہوں بلکہ مرزا صاحب اور امت مرزائیہ کا آنریری مبلغ ہوں۔ جو کلام مرزا کو ناواقفوں تک بے تنخواہ پہنچاتا ہوں۔ ناظرین رسالہ ہذا اس رسالہ کو بغور پڑھکر امید ہے۔ میرے دعویٰ کی تصدیق کرینگے۔" صلا

مجھے مولوی صاحب کے جواب سے معمولی اضافہ کے ساتھ کلی اتفاق ہے۔ اور وہ اضافہ بھی میری طرف سے نہیں۔ بلکہ مولوی صاحب نے خود تحریر کر رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ:۔

"قرآن مجید میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں۔ اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس ہے کہ آج ہم اہلحدیثوں میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

بے شک مولوی ثناء اللہ صاحب ناواقفوں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام پہنچاتے ہیں۔ مگر اس "خصوصی عیب" کے ساتھ۔ چنانچہ اس کا اندازہ آپ آئندہ اوراق سے بخوبی کر سکیں گے۔ بناء بریں جماعت احمدیہ کا آپ کو احمدیت کا "بدترین دشمن" کہنا بجا طور پر درست ہے۔ کیونکہ احمدیہ لٹریچر کی اشاعت کرنے میں آپ کو وہی مقام حاصل ہے جس پر قرآن مجید کی اشاعت کا دعویٰ کرکے پنڈت دیانند مصنف ستیارتھ پرکاش یا پادری ایس۔ ایم پال وغیرہ معاندین اسلام ہیں۔ اگر یہ لوگ دشمن اسلام ہیں۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کا دشمن احمدیت ہونا اس سے زیادہ واضح ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک مرتبہ سر سید احمد خاں صاحب پر چوٹ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "بوڑھے جلدی بھول جاتے ہیں" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۲۷) مگر آج آپ اسی الزام کے نیچے آگئے ہیں۔ آج تو آپ یہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ کہ میں دشمن نہیں۔ بلکہ آنریری مبلغ ہوں۔" لیکن ۱۹۰۸ء میں آپ خود اپنی قلم سے لکھ چکے ہیں۔ کہ:۔

"اس وقت پنجاب اور ہندوستان میں اگر میں یہ کہوں۔ کہ مرزا کی مخالفت میں سب سے اوّل نمبر میں ہوں۔ تو غالباً یہ دعویٰ مبالغہ پر مبنی نہ ہوگا" (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۱ کالم اوّل)

لہذا جماعت احمدیہ کا آپ کو "بدترین دشمن" کہنا آپ کے اپنے اقرار سے ثابت ہے۔ یؤخذ الرجل باقرارہ۔

اس حقیقت واضحہ کے باوجود اس قدر ضرور صحیح ہے۔ کہ مولوی صاحب نے بعض ایسے لوگوں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچایا ہے۔ جو ناواقف تھے۔ یا ہم ان تک بآسانی نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس میں بھی مولوی صاحب کی نیت تو ظاہر ہے۔ مگر مشیت ایزدی کے ماتحت بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ کہ انہوں نے مولوی صاحب کے لٹریچر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پڑھکر تحقیقات شروع کی۔ اور ہدایت پا گئے۔ یہ مولوی صاحب کی خوبی نہیں بلکہ ان نیک ارواح کی سعادت کا نتیجہ ہے۔ اسی پہلو کو مدنظر رکھکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں سے

ولولا ثناء اللہ ما زال جاہل ٭ یبیّن ولا یدری مقامی و یحجم

فہل اعلینا منہ من الی الوفا ٭ ادعا کل محجوب الینا فنشکر

اور میں بھی اپنے مقدس امام کی اتباع میں اتنے حصہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا شکر گذار ہوں۔ بلکہ ہر ایک احمدی۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ مولوی صاحب احمدیت کے "بدترین دشمن" نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ ع

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

اور یہ محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب کی نیت تو وہی ہے۔ جو منافقین حق کی ہوا کرتی ہے۔ مگر ان کے مواد فاسدہ کو کسی کشت دل کے لئے کھاد کے طور پر بنا دینا یہ اللہ تعالےٰ کا ہی کام ہے۔ سچ ہے۔ ع

عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد

مولوی صاحب سلسلہ احمدیہ کے "آنریری مبلغ" ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور ایک عیسائی بشیر خاں نامی مسلمانوں کا "خیرخواہ" ہونے کا مدعی ہے۔ مگر اہلحدیث میں اس خیرخواہی کے دعویٰ پر کہا جاتا ہے:۔

"اس بے محل اور مغالطہ دہ ضمیمہ کو اپنے نام کے ساتھ شامل نہ کریں۔
اگر آئندہ بھی ایسی ہی دلائل سے مسلمانوں سے خیرخواہی اور وفا کا دعویٰ
کرتے رہیں گے۔ تو ہمیں مجبوراً کہنا پڑے گا ؎

واقف ہیں خوب آپ کی طرز وفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجئے" (۲ر اکتوبر ۳۱ء)

بہرحال مولوی ثناء اللہ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے "سب سے اول نمبر" پر مخالف ہیں۔ مگر ان کی شبانہ روز مساعی کے باوجود احمدیت کا دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتے چلے جانا طالب حق کی رہنمائی کے لئے کافی دلیل ہے۔ کیونکہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

باب اوّل

"اختلافات" کی حقیقت

اس باب میں مولوی صاحب نے بزعم خویش "اختلافات مرزا" کے عنوان کے ماتحت (چودہ) اختلافات کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے قبل ازیں "عشرہ کاملہ" کے جواب "تفہیمات ربانیہ" میں اگرچہ اس رسالہ کے بھی جملہ اعتراضات کا اصولی یا تفصیلی جواب دیدیا ہے۔ کیونکہ یہ کوئی نئے اعتراضات نہیں ہیں۔ لیکن "اختلافات" کے متعلق تو خصوصیت سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ناظرین اس کے لئے "تفہیمات ربانیہ" کی فصل پنجم ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مولوی صاحب کا مقصد

ان اختلافات کے پیش کرنے کی غرض اور اس بیان سے مولوی صاحب کا مقصد کیا ہے۔ تحریر کرتے ہیں:-

(الف) "قرآن مجید میں اختلاف کلام کو اس بات کی دلیل بتایا گیا ہے۔ کہ وہ کلام خدا کی جانب سے الہام نہیں۔ اور اس کا متکلم ملہم نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ لوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اگر قرآن غیر اللہ کے پاس سے آیا ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔" ص۲

(ب) "جن لوگوں نے مرزا صاحب کے اقوال ملاحظہ کئے ہیں۔ وہ قرآنی اصول کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں۔ لوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً" ص۲

ان ہر دو عبارتوں میں مولوی صاحب نے یہ بتایا ہے۔ کہ قرآن مجید نے یہ اصل قائم کیا ہے۔ کہ اختلافات کلام اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ کلام الہام نہیں۔ نیز یہ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے کلام میں اختلاف ہے۔

مولوی صاحب کا صریح مغالطہ

مولوی صاحب نے جس آیت کی بناء پر یہ باب لکھا ہے۔ اس میں "عدم اختلاف" الہام کے لئے شرط ہے۔ نہ کہ مدعی نبوت کے اپنے اقوال کیلئے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا ترجمہ سے ظاہر ہے۔ تفسیر ثنائی میں بھی لکھا ہے "اگر یہ قرآن سوا خدا کے کسی اور کی طرف سے ہوتا۔ تو اس میں کئی طرح کا اختلاف پاتے" (جلد ۲ صفحہ ۱۶۹) اب اگر اس آیت کے ماتحت مولوی صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کو "من عند غیر اللہ" ثابت کرنا چاہتے تھے۔ تو ان کا فرض تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کے الہامات میں اختلاف ثابت کرتے۔ اور بتلاتے کہ یہ الہامات جنہیں مدعی خدا کا کلام ظاہر کرتا ہے۔ وہ منجانب اللہ نہیں ہیں۔ لیکن انہوں نے الہامات کی بجائے مرزا صاحب کے "اقوال" میں اختلاف ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولوی صاحب کے اس طریق عمل سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے دعویٰ اور دلیل میں تقریب تام نہیں۔ وہاں پر یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ انہیں بعد کوشش بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں کوئی شائبۂ اختلاف نظر نہیں آیا۔ اسلئے انہوں نے مخلوق خدا کو دھوکہ دینے کے لئے خلاف منشاء آیت قرآنی "مرزا صاحب کے اقوال ملاحظہ" کرنے کا قصہ چھیڑ دیا ہے۔ یہ صداقت احمدیت کی زبردست دلیل ہے۔ اور مولوی صاحب کی کھلی کھلی شکست۔ اے کاش وہ سمجھیں ؛

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات

حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) "اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں۔ تو اس سے بڑھکر ایک اور فیصلہ ہے۔ اور وہ یہ کہ میں ان

الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو میں شائع کر چکا ہوں۔ مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔" (انجام آتھم ص۵)

(ب) "میرے خدا کا ہاتھ میرے ساتھ رہا ۔ اور اس کی پاک وحی جس پر میں ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں پر۔ مجھے ہر روز تسلی دیتی رہی۔" (براہین احمدیہ پنجم ص۶۳)

(ج) "میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں۔ کہ خدا وہی قادر خدا ہے جس نے میرے پر تجلی فرمائی۔ اور اپنے وجود سے اور اپنے کلام اور اپنے کام سے مجھے اطلاع دی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ قدرتیں جو اس سے دیکھتا ہوں۔ اور وہ علم غیب جو میرے پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ قوی ہاتھ جس سے میں ہر خطرناک موقعہ پر مدد پاتا ہوں۔ وہ وہ اسی کامل اور سچے خدا کے صفات ہیں۔ جس نے آدم کو پیدا کیا۔ اور جو نوح پر ظاہر ہوا۔ اور طوفان کا معجزہ دکھلایا۔ وہ وہی ہے۔ جس نے موسیٰ کو مدد دی۔ جبکہ فرعون اس کو ہلاک کرنے کو تھا۔ وہ وہی ہے۔ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل کو کافروں اور مشرکوں کے منصوبوں سے بچا کر فتح کامل عطا فرمائی۔ اسی نے اس آخری زمانہ میں میرے پر تجلی فرمائی۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۳۲)

ناظرین کرام! اس تحدی کے ہوتے ہوئے مخالفین سلسلہ کا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں ذرہ سا اختلاف بھی نہ پاتا۔ بلکہ سادہ لوح انسانوں کے سامنے محض اقوال پیش کر کے ان میں اختلاف دکھلانے کی کوشش کرنا ان کی عاجزی کا کھلا کھلا ثبوت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال	اپنے اقوال کے متعلق خود حضور علیہ السلام

تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خود خدا تعالےٰ مجھے نہ سمجھاوے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵)

(ب) "اصل بات یہ ہے۔ کہ پیغمبر بھی بشر ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے یہ نقص کی بات نہیں۔ کہ کبھی اپنے اجتہاد میں غلطی کھاوے۔ ہاں وہ غلطی پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ اور کسی وقت اپنی غلطی پر ضرور متنبہ کیا جاتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۸۹)

(ج) "انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ان کی اپنی رائے ہے۔ نہ خدا کا کلام۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۸)

ان عبارتوں سے واضح ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے اقوال کے متعلق کیا دعویٰ ہے۔ یعنی خدا کی وحی اور اس کا الہام آنے پر حضورؑ اسی کی پیروی کریں گے۔ اور اپنے پہلے اجتہاد کو ترک کر دینگے۔ یہ اسلئے ہوگا۔ کہ تا ظاہر ہو۔ کہ علم غیب خدا تعالےٰ کا ہی خاصہ ہے۔ اس صورت کو "اختلاف" قرار دینا خطرناک غلطی ہے۔ اور سب نبیوں پر حملہ۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی تحریر کر چکے ہیں:۔

"جب تک خداوند کریم کوئی وعدہ نہ کرے یا کوئی خبر نہ بتلاوے۔ نبی ہو یا رسول بلکہ افضل الرسل (علیہم السلام) کو بھی خبر نہیں ہوتی۔" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۸)

اور ظاہر ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ تمام امور کے متعلق ایک ہی دن میں اطلاع نہیں دیدیا کرتا۔ لکھا ہے:۔ "حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب تک حضور مکہ شریف میں رہے۔ اعتقادات کی تصحیح کے احکام

نازل ہوتے رہے۔ عبادات اور دیگر احکام کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی"
(اخبار اہلحدیث ۴ ستمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۱)

اختلافات کے اصولی جوابات

جواب اوّل:۔ ان اختلافات کے ذکر سے آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک وقت میں کچھ فرمایا۔ اور دوسرے وقت میں کچھ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ جب آپ لوگ قرآن پاک الہٰی محفوظ اور ابدی شریعت کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس میں ناسخ و منسوخ آیات موجود ہیں۔ یعنی ایک جگہ کچھ بیان ہے۔ اور دوسری جگہ اس کے خلاف۔ تو آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے اقوال پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ یاد رہے۔ کہ موجودہ مسلمان کہلانے والے نسخ فی القرآن کے قائل ہیں حضرت سیّد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی اس مسئلہ پر طویل گفتگو کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ علیٰ ما حررنا لا یتعین النسخ الا فی خمس مواضع کہ بر تحریر کیمطابق صرف پانچ آیات منسوخ قرار پاتی ہیں۔ (الفوز الکبیر صفحہ ۱۵-۲۱) مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ میں نسخ اصطلاحی کا قائل نہیں نہیں اتنا تو میں بھی قائل ہوں۔ کہ خدا کسی حکمت سے چند روز ایک حکم صادر فرمائے۔ اور بعد چند روز کے اس کو اٹھا دے۔ تو کوئی مشکل امر نہیں"
(تفسیر ثنائی جلد ۱ صفحہ ۱۱)

کیا اس اعتقاد کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام پر اعتراض کرنا دیانتداری ہے؟

جواب دوم:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء

(الشوریٰ ع۵) تجھے معلوم نہ تھا۔ کہ کتاب کیا ہوتی ہے۔ اور ایمان کی ماہیت کیا لیکن ہم نے اس قرآن مجید کو نور بنایا ہے۔ اور جس کو چاہتے ہیں۔ اس سے ہدایت دیتے ہیں۔ واقعات کی رُو سے لکھا ہے۔ کان یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یؤمر بہ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ مصر) آنحضرت صلعم ان امور میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے موافقت کرتے تھے۔ جن میں حضورؐ پر وحی نازل نہ ہوتی تھی۔ عملی طور پر اتاہ صلے قبل بیت المقدس ستۃ عشر شھراً او سبعۃ عشر شھراً (بخاری جلد ا صفحہ ۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ بعد ازاں بامر الٰہی بیت اللہ الحرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سیقول السفھاء من الناس ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا۔ گویا نبی کے ذاتی خیال یا ذاتی عمل میں جو تبدیلی بامر الٰہی ہوتی ہے۔ اس پر اعتراض کرنا اسے اختلاف قرار دینا حماقت ہے +

جواب سوم:۔ مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں اختلاف ثابت کریں۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض آپ ایسا ثابت بھی کر دکھائیں۔ تو یہی ہوگا۔ کہ ہم حضور علیہ السلام کے پہلے قول کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ مان لیں گے۔ اس سے کونسا حرج لازم آئے گا۔ کیا صحیح مسلم میں یہ نہیں لکھا کہ:۔

"کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینسخ حدیثہ بعضہ بعضاً۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دوسرے کے لئے ناسخ ہوا کرتی تھی۔" (جلد اوّل کتاب الطہارۃ باب انما الماء من الماء)

اور اسی بناء پر امام زہری کہتے ہیں:۔

"قال الزھری وکان الفطر آخر الامرین وانما یوخذ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالآخر فالآخر" کہ بحالت سفر افطار کرنا آنحضرت صلعم کا

آخری عمل ثابت ہے۔ لہذا اسی کو معمول بہ بنایا جائیگا۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۷ کتاب الصوم)

بطور واقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کی مشرکانہ عادت دیکھ کر قبرستان کی زیارت سے منع فرمایا۔ بعد اصلاح اجازت دیدی ہے اور ان کے بخل کے مٹانے کی غرض سے قربانیوں کے گوشت تین روز سے زائد رکھنے سے منع کردیا تھا۔ جس کی بعد میں اجازت دیدی۔ ایسا ہی شراب کے برتنوں میں کھانا پینا منع کیا تھا۔ مگر بعد میں ان کے استعمال کی اجازت بخشی"

(تفسیر ثنائی جلد ا صفحہ ۱۳۳ حاشیہ)

علاوہ ازیں احادیث میں مذکور ہے۔ کہ ایک وقت آپ نے فرمایا۔ من قال انا خیر من یونس فقد کذب۔ جو یونس سے بہتر کہے وہ جھوٹا ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶) مگر خدا سے علم پانے کے بعد فرمایا۔ انا سید الاولین والآخرین من النبیین (دیلمی) انا سید ولد آدم ولا فخر (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۳) کہ میں سب نبیوں سے افضل ہوں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی (بخاری) اگر موسیٰ زندہ ہوتا۔ تو میری پیروی کرتا۔ لو کان عیسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۹۹) اگر عیسیٰ زندہ ہوتا۔ تو میرا تابعدار ہوتا۔

ناظرین کرام! اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ نبی چونکہ خدا یا عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اسلئے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصریح نہ ہو۔ وہ کسی بات میں پیش دستی نہیں کرتا (لا یسبقونہ بالقول۔ الانبیاء) بلکہ اسی طریق پر قائم رہتا ہے۔ جو لوگوں سے رائج ہوتا ہے

---

[1] اس کی تفصیلی بحث کے لئے النبراس صفحہ ۴۵۹ ملاحظہ ہو۔ ابو العطاء

ہاں جب خدائی حکم آجاتا ہے۔ تو وہ اس کی تبلیغ کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ یہی سنت انبیاء ہے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہے۔ فلا اعتراض۔

اصولی جوابات کے بعد ہم تفصیلی جواب لکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس رسالہ اور بالخصوص اس باب کی روح یہی بحث ہے۔ کہ یسوع اور مسیح دو ہیں۔ یا ایک ہی شخص اور ایک ہی حیثیت اور در اصل اس بحث میں بھی ایک اصولی رنگ ہے۔ اور اس گفتگو سے بہت سے اعتراض خود بخود حل ہو جائینگے۔ اس لئے ہم پہلے اسی کو شروع کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق ؛

حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین اور احمدیہ لٹریچر

دو بڑے مذہبوں (اسلام اور عیسائیت) میں حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت مسلّم ہے۔ لیکن اوّل الذکر ان کو صرف ایک اولوالعزم نبی مانتا ہے۔ اور عیسائیت انہیں ابن اللہ اور خدا قرار دیتی ہے۔ اس لحاظ سے اگرچہ حضرت مسیح اور یسوع دو وجود نہیں ہیں۔ لیکن صفات منسوبہ میں نمایاں فرق ہونے کا باعث اس شخصیت کے دو عظیم الشان اعتبار ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل (مائدہ الخ) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم۔ وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم (مائدہ الخ) مسیح ایک رسول ہیں۔ اور ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔ مسیح نے تو یہی کہا تھا۔ کہ اے بنی اسرائیل ایک اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ وہ لوگ کافر ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ مسیح ہی خدا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح کی اصل شان تو رسالت ہی ہے۔ اور جو لوگ ان کو خدا قرار دیتے ہیں۔ وہ کفر کرتے ہیں۔ بہرحال ان کی دو حیثیتیں ہوئیں۔ ایک حقیقی حیثیت

دوسری فرقی حیثیت۔ حقیقی حیثیت۔ اسلام نے پیش کی ہے۔ اور فرضی حیثیت کی مدعی نصرانیت ہے۔ گویا در اصل لفظ مسیح اس حیثیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ جو اسلام نے پیش کی ہے۔ اور لفظ یسوع اس حیثیت کا مظہر ہے۔ جو عیسائیت پیش کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسیح اور یسوع الگ الگ ہیں۔ اگرچہ بلحاظ حقیقت دو نہیں ہیں۔ بالخصوص جبکہ ان کو بالمقابل بولا جاوے۔ اور متکلم خود تشریح بھی کر دے۔

مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کا تشریحی بیان

آپ تحریر فرماتے ہیں:

"غور کر کے اگر دیکھیں۔ مفرط فی المحبۃ اس کا محب نہیں ہوتا جس کی محبت کا مدعی ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کرتے ہیں۔ تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے۔ کیونکہ دار و مدار ان کی محبت کا خدا کا بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسےٰ میں تو معلوم۔ البتہ ان کے خیال میں تھی۔ اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں۔ اور اسی سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ کو خداوند کریم نے ان کی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔ ایسا ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں۔ آئمہ اہلبیت سے محبت نہیں کرتے۔ اس محبت پر محبان قدر شناس کو دشمن اہلبیت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا نصاریٰ بزعم خود رسول اللہ صلعم اور ان کی امت کو دشمن عیسےٰ سمجھتے ہیں۔"

(رسالہ ہدیۃ الشیعہ صـ۲۳۳ و صـ۲۳۴)

گویا حضرت مسیح کی دو تصویریں ہیں۔ نصاریٰ کے پاس خیالی تصویر ہے۔ اور اہل اسلام کے پاس حقیقی۔ نصاریٰ "حقیقت میں" مسیح سے محبت نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی خیالی تصویر کی محبت کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ اگر اس خیالی تصویر کے متعلق کچھ کہا جائیگا۔ تو حقیقت میں حضرت مسیح کے متعلق نہ ہوگا۔ فتدبر!

متکلمین اسلام کا طرز عمل جن لوگوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ پڑھی ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ انہوں نے اہل تشیع کے بالمقابل کیا طریق اختیار کیا ہے۔ ایسا ہی مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اور مولوی آل حسن صاحب نے نصاریٰ کے مقابلہ پر کس طرح سے الزامی جوابات دیئے ہیں۔ ہم اس کے متعلق کتاب تفہیمات ربانیہ فصل نہم میں مکمل بحث کر چکے ہیں۔ اس جگہ مؤخر الذکر بزرگوں کے ذیل حوالجات درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ مولوی آل حسن صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

(۱) "تربیت حضرت عیسےٰ کی از روئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری"

(استفسار صـ۱۰۱)

(۲) "حضرت عیسےٰ کا معجزہ احیائے میت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا۔ کہ اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اٹھ کھڑا ہُوا" (استفسار صـ۳۳۶)

مولوی رحمت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

(۳) "ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند و مال خود مے خورانیدند و زنان فاحشہ پاہا آنجناب را مے بوسیدند و آنجناب مرثا و مریم را دوست مے داشت و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا مے فرمودند" (ازالۃ الاوہام صـ۳۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرز خطاب یسوع اور مسیح کی توہین وغیرہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے متعدد حوالجات ہیں۔ مگر اس مختصر کے مناسب ہم صرف مندرجہ ذیل عبارات پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔

انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا۔ کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔"

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۸)

(۲) "اس بات کو ناظرین یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ در حقیقت ہمارے اس عیسٰی علیہ السلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے۔ اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو بٹ مار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا۔ اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔"

(آریہ دھرم ٹائٹل پیج آخری)

(۳) "یاد رہے۔ کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا۔ کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔"

(انجام آتھم صفحہ ۱۳)

(۴) "هذا ما كتبنا من الاناجيل على سبيل الالزام و اِنّا نكرم المسيح و نعلم انه كان تقيا و من الانبياء الكرام۔" (ترغیب المومنین ص۹ حاشیہ)

یہ سب باتیں ہم نے انجیلوں کے حوالوں کی بنا پر بطور الزام خصم لکھی ہیں۔ ورنہ ہم تو حضرت مسیح کی عزت کرتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ پارسا اور برگزیدہ نبیوں میں سے تھے۔"

ان ہر چہار حوالجات سے حسب ذیل امور بالبداہت ثابت ہیں۔ اوّل یسوع کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا۔ وہ انجیلی بیانات اور عیسائیوں کے عقائد ہیں۔ ہمارے عقائد نہیں۔ دوم۔ جو کچھ لکھا گیا۔ وہ اشد ضرورت اور مجبوری کے وقت لکھا گیا۔ تا کہ عیسائی اپنے گھروں کا حال دیکھ کر سبّ الانس والجان کی مذمت سے باز آجائیں۔ سوم۔ حضرت مسیح بے شک نبی تھے۔ لیکن عیسائی جس حیثیت میں ان کو پیش کرتے ہیں اسے نہ قرآن مجید نے تسلیم کیا ہے۔ اور نہ ہی مسلمان مانتے ہیں۔

حضرت مسیح کے متعلق مسیح موعودؑ کا ایمان

بیان بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی ان تحریروں کا کیا مقصد ہے۔ جو یسوع کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ یعنی ان سے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ عیسائیوں کے مسلمات کا اظہار مطلوب ہے۔ لیکن تاہم اس عنوان کے ماتحت بھی ہم بعض حوالجات درج کر دیتے ہیں۔

(۱) "ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔ اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے۔ جو ان کی شان بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی

ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکا کھانے والا اور جھوٹا ہے "

(ایام الصلح سرورق صئہ)

(۲) " ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہماری قلم سے ان کی نسبت میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں " (کتاب البریہ ص۹۳)

(۳) " میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بد زبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادی لی ولیاً دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے "

(اعجاز احمدی ص۳۵)

(۴) " حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ٹھہراتے رہے۔ خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بے شک ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں "

(جنگ مقدس ص۵)

(۵) " موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں۔ جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے۔ وہ شخص جو مجھے کہتا ہے۔ کہ میں مسیح بن مریم کی عزت نہیں کرتا " (کشتی نوح ص۱۶)

ان حوالجات سے عیاں ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا کیا مقام ہے۔ اب اگر مولوی ثناء اللہ صاحب یا ان کے ساتھی مخلوق خدا کو دھوکہ دینا چاہیں تو آخری حوالہ کو بغور پڑھ لیں۔

حضرت مسیح ناصری اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

ہم نے عقلی و نقلی طور پر بتا دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو طریق اختیار فرمایا وہ عین مناسب بلکہ ضروری تھا۔ اور غیرت اسلامی کے موافق۔ اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں ہوتی۔ اب ہم ذیل میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر ثنائی یا اخبار اہلحدیث کے بعض حوالجات من وعن درج کرتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

(۱) "توراۃ اور انجیل کو مسودہ سے تشبیہ اس کی حالت موجودہ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں ایسے مضامین بھی ہیں۔ کہ حضرت لوط نے (معاذ اللہ) شراب پی کر اپنی لڑکیوں سے زنا کیا (پیدائش باب ۱۹)۔ مسیح نے شراب کی دعوت میں شراب کے کم ہونے پر معجزہ سے شراب کو بڑھا دیا۔ انجیل یوحنا باب ۲۔ ورنہ حقیقی[1] توراۃ انجیل نور۔ ہدایت اور رحمت تھی" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱)

(۲) "اسی طرح حضرت عیسٰے نے شادی نہیں کی۔ اور نہ جہاد[2] کیا نہ منتظمانہ زندگی گذاری۔ تو ان کی سیرت بھی مکمل سیرت کہے جانے کی مستحق نہیں"

(اخبار اہلحدیث ۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(۳) ایک مضمون بعنوان "بائبل یسوع مسیح کو گنہگار ثابت کرتی ہے" شائع ہوا تھا۔

---

[1] توراۃ و انجیل حقیقی اور غیر حقیقی ہو سکتی ہے۔ تو مسیح کیوں حقیقی اور غیر حقیقی نہ ہوگا۔ اگر غیر حقیقی انجیل و توراۃ کو مسودہ کہنا جائز ہے۔ تو ان کے پیش کردہ غیر حقیقی مسیح کے متعلق کچھ کہنا کیوں جائز نہیں؟ (ابو العطاء)

[2] پھر حضرت مسیح موعودؑ پر سیفی جہاد نہ کرنے کا اعتراض کیوں؟ مؤلف

اس کے خاص متعلقہ فقرات یہ ہیں :۔

"عیسائی مبلغین خواہ کتنا ہی زور لگائیں۔ ہرگز مریم اور اس کا لڑکا مسیح اس آلائش سے محفوظ نہیں رہ سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ خود جناب مسیح نے فقیہوں اور فریسیوں کو احمق کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ مسیح بھی اس گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے۔ علاوہ ازیں انجیل میں مرقوم ہے۔ کہ جناب مسیح اور ان کے شاگردوں کی کسی جگہ دعوت ہوئی تھی۔ عجیب اتفاق کہ اس جلسہ میں شراب نوشی بھی جاری تھی۔ اچانک شراب ختم ہو گئی۔ تو مسیح نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ ان چھ مشکوں میں پانی بھر دو۔ انہوں نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مشکوں میں لبالب پانی بھر دیا۔ اور جناب مسیح نے اس کی شراب بنائی۔ پس یہ امر بھی گناہ سے خالی نہیں۔ باوجود ان تمام امور کے ہم کسی صورت سے یہ کہنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ مسیح معصوم یعنی گناہوں سے بالکل پاک اور مبرا تھا۔ یہ سب مذکورہ بالا واقعات ہم کو بتلاتے ہیں۔ کہ مسیح کی معصومیت کا دعویٰ کرنا غلط ہے "

(اخبار اہلحدیث ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱)

(۴) "یسوع مسیح میں عملی تشدد بے شک نہ تھا۔ لیکن ارادہ میں تشدد تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا تھا۔ کہ مت سمجھو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (انجیل متی ۱۰/۳۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برمحل تشدد بلکہ تکبر[۱] کرنے کا بھی مسیح ارادہ رکھتے تھے۔ ہاں موقع کے منتظر

---

[۱] قرآن مجید میں ہے۔ ولم یجعلنی جبارا شقیا (مریم) ابوالعطاء

تھے۔ جو مشیت الٰہیہ سے نہ ملا۔" (اہلحدیث ۶ رجون ۱۹۳۰ء صلا)

(۵) حضرت مسیح نے فرمایا۔ اے فقیہو! تم خدا کے کلام کو اپنی تقلید پلید ناسدید سے جو تم نے بنا رکھی ہے باطل کر دیتے ہو۔"

(اہلحدیث ۱۸ راپریل ۱۹۳۰ء)

(۶) "اسی صفحہ کے کالم اوّل میں جہاں انجیلی یسوع اور قرآنی مسیح کو شخص واحد ثابت کرنے کے لئے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت (مبشر صاحب) پیش کر آئے ہیں۔ کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔ کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ خدا ان کو غارت کرے۔ تو یہ شیخ یعنی قرآن مجید کی اس بائبل سے ناراضگی بتا آئے ہیں۔ جس میں مسیح کو ابن اللہ مانا گیا ہے۔ اور یہاں کس دلیری سے کہتے ہیں۔ کہ قرآن اسی بائبل کی صحت کی تصدیق کرتا ہے۔"

(اہلحدیث ۲ راکتوبر ۱۹۳۱ء صفہ)

(۷) "تورات انجیل مسلمانوں کی اور ہے۔ اور عیسائیوں کی اور۔ عیسائی موجودہ مصنفات کو اناجیل کہتے ہیں۔ اس لئے انہی کے غیر محرف ہونے کے وہ قائل ہیں۔" (اہلحدیث ۶ رجون ۱۹۳۰ء صلا)

(۸) "اگر آپ کا اشارہ موجودہ بائبل کی طرف ہے۔ تو ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ یہ وہ انجیل نہیں۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئی تھی۔"

(اہلحدیث ۲ راکتوبر ۱۹۳۱ء)

ناظرین کرام! مندرجہ بالا حوالجات ہمارے دعویٰ کے اثبات کے لئے کافی دلیل ہیں۔ کہ مخالفین کے مسلمات کی بنا پر ان کی کتب کو پیش کرنا توہین نہیں ہے۔ بلکہ عندالضرورت ایسا کرنا اظہار حق کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم ان حوالجات پر کسی ضمیمہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

آریوں کا ایشور

ظاہر اور واضح امر ہے۔ کہ ایک ہی خدا ہے۔ جو رب العالمین ہے آریوں اور عیسائیوں کا بھی وہی خدا ہے۔ لیکن مولوی صاحب جس طرح اخبار اہلحدیث میں "شیعوں کا علی" عنوان دیکر بہت کچھ شائع کر چکے ہیں۔ اسی طرح سے آریوں کے پرمیشر کے متعلق بعض حوالجات ہم اہلحدیث سے درج ذیل کرتے ہیں:۔

(۱) "پرمیشور نے کمال کیا ہے۔ کہیں پرمیشور عورت بن کے بات کرتا ہے کہیں مرد بن کے کلام کرتا ہے۔ کہیں کچھ بنتا ہے کہیں کچھ بنتا ہے"

(اہلحدیث ۱۲ مارچ ۱۹۳۰ء صلا)

(۲) "اب کہو۔ ویدوں والا ایشور کیا ثابت ہوا۔ اوّل تو ماں باپ کے سونے کی تمنا کرتے ہوئے کتا مہاراج کو بھی سلایا گیا ہے۔ نہ معلوم کیوں؟ کیونکہ سونے والے ایشور نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ جب ایشور نہ بتلا سکا۔ تو آریہ سماجی بیچارے کیا بتلائیں گے۔ دوسرے یہ کہ ایشور کو بھی سلایا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایشور کس چیز پر سوتا ہے اور کہاں"

(اہلحدیث ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء صلا)

(۳) "بڑا افسوس ہے۔ کہ پرمیشور تو چوری۔ جھوٹ فریب کی وجہ سے انسانوں کو دوسرے قالب میں بھیجدیتا ہے۔ اس کو یہ کیا حق حاصل تھا۔ کہ اس نے دھرم کے تین چرن گھٹا دیئے۔ پرمیشور نے بڑی زیادتی کی۔ اس کو ایسا ہرگز نہ چاہیئے تھا۔ یا تو وہ تنیا دلہ جون کی سزا دیتا یا دھرم کا چرن گھٹا دیتا۔ یہ دوہری سزا کیسی؟ امید قوی ہے۔ کہ آریہ صاحبان اس پر غور کرکے پرمیشور کے دامن کے دھبہ کو جو اس نے اس معاملہ میں ناانصافی کی ہے۔ صاف کر دینگے"

(اہلحدیث ۲۸ فروری ۱۹۳۰ء صلا)

(۴) "آریوں کا بیکار پرمیشور" عنوان دیکر لکھا ہے :۔

"پرمیشو صاحب نہ اس میں کچھ کمی کر سکتے ہیں۔ نہ زیادتی۔ کیا آریوں کا پرمیشو عضو معطل ہے۔ جس کو کوئی اختیار ہی نہیں۔ دیکھو آریہ صاحبان کہ تمہارے سوجی اور دیانند جی نے پرمیشور کو کیسا عضو معطل قرار دیا ہے" (اہلحدیث ۲۸ر فروری ۱۹۳۱ء ص۱۲)

ان حوالجات کو پڑھنے کے بعد ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جب خدا ایک ہی ہے۔ تو کیا پھر آریوں کے پرمیشور کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ ذات باری کی توہین نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا یہ ظاہر نہیں۔ کہ جس طرح یسوع اور مسیح دو قوموں کے نقطۂ نظر سے ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ اسی طرح ۔ اللہ جل شانہٗ۔ یزداں۔ خدا۔ پرمیشور ایک ہی ذات کے مختلف نام ہیں۔ اس صورت حالات کے باوجود اگر اہلحدیث میں آریوں کے ایشور کے نام پر اتنی توہین کرنے سے اللہ تعالےٰ کی ہتک عزت لازم نہیں آتی۔ تو فرمایئے کہ عیسائی مسلمان کے موافق یسوع کا ذکر کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کیونکر لازم آگئی۔ خدا را سوچو۔ اور انصاف سے کام لو۔ اور مخلوق خدا کو دھوکہ نہ دو۔ مولوی صاحب نے خود لکھا ہے :۔

"جب تک ہم زبان نبی کتاب لیکر نہ آوے۔ تب تک اللہ اللہ یا رام رام کر چھوڑنا کافی ہوگا" (اہلحدیث ۲۰ر جون ۱۹۳۲ء ص۱۲)

پھر مولوی ثناء اللہ صاحب نے پنڈت دھرم بھکشو کو مخاطب کر کے لکھا ہے :۔

"پرماتما ہم سے پوچھے گا۔ تو ہم تمہاری سفارش میں یہ کہیں گے ؎

بخش دے اس بت سفاک کو اے داور حشر

تو ں خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعویٰ کیسا"

(اہلحدیث ۲۷ر جون ۱۹۳۲ء ص۱۲)

فرمایئے۔ جب پرماتما اور اللہ ایک ہی ہے۔ جس کے حضور سب انسان پیش ہوں گے۔ تو مندرجہ بالا حوالجات کا کیا جواب ہے۔ جو جواب آپ ان کا دینگے۔ وہی جواب ہمارا ہے۔ بلکہ ہمارا جواب اس سے زیادہ واضح ہے۔

خلاصۂ کلام ہم اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی بھی مانتے ہیں اور مسلمان بھی۔ مگر عیسائی کیا مانتے ہیں۔ پڑھ لیجئے :۔

"اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ مسیحی لوگ حضرت عیسیٰ کے حق میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کچھ شک نہیں۔ کہ مسیحی لوگ مسیح کو کفارہ سمجھتے ہیں۔ اسکی بنا ان کے بہت بڑے بزرگ پولوس کے قول پر ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :۔ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے"

(اہلحدیث ۱۱ر جولائی ۱۹۳۰ء)

مسلمان نہ ان کو کفارہ مانیں۔ نہ ان کی الوہیت کے اقراری ہیں۔ بلکہ صرف ایک رسول معصوم مانتے ہیں وبس۔ اخبار نور افشاں نے لکھا ہے :۔

"اہل اسلام بے شک ہمارے مذہب کا اور خداوند یسوع مسیح کا احترام کرتے ہیں۔ اسلئے کہ قرآن شریف سب نبیوں کا احترام کرتا ہے کسی ایک کو بُرا نہیں کہتا۔ مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ حضرت محمد مکی و مدنی کے پیرو خداوند مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں سمجھتے۔ اور نہیں مانتے" (نور افشاں ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء)

اندریں صورت عیسائیوں کے مسلمات کو پیش کرنا حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں ہوتی۔ بلکہ علماء سوء کی طرف سے توہین کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراف اخبار اہلحدیث میں لکھا ہے :۔

"ہم پوچھتے ہیں - کہ نا بل ایڈیٹر نے جو کہا ہے - کہ انجیل میں ان کی نسبت جو لکھا ہے - وہی مرزا صاحب نے لکھا ہے - کیا ایڈیٹر صاحب ان الفاظ منقولہ کا ثبوت انجیل سے دکھائیں گے ‹ دکھا دینگے تو نہ نور افشاں کو گلہ ہوگا - نہ ہم کو"

(۲۸ر فروری سنہ ۱۹۳۰ء)

گویا اب صرف یہ مطالبہ رہ گیا - کہ جو کہا گیا ہے - اس کا ثبوت انجیل سے دے دو - پھر نہ قدیم مسیحیوں کو اور نہ جدید عیسیٰ پرستوں کو گلہ ہوگا - چنانچہ ہم تفصیلی جوابات کے ضمن میں اس مطالبہ کو بھی پورا کرتے جائیں گے - انشاء اللہ تعالےٰ - بہرحال یہ ستور بتا رہی ہیں - کہ اگر انجیل میں وہ باتیں مذکور ہوں - تو پھر یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں - وہو المراد ؛

اخلاقی سبق

رسالہ "تعلیمات" کے آخری صفحہ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب کے معتقد کہا کرتے ہیں - کہ ہمارے حضرت نے[1] اس عیسیٰ مسیح کو برا[2] نہیں کہا - جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے - بلکہ اس کو کہا ہے - جس کی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ ہے - کہ وہ اپنی الوہیت اور تثلیث کی تعلیم دے گئے - اس کا جواب یہ ہے - کہ ہم نے جو حوالے نقل کئے ہیں - اس میں تین لفظ خاص قابل غور ہیں - عیسیٰ - مسیح اور علیہ السلام[3] یہ تینوں اسلامی اصطلاح کے لفظ ہیں - انہیں ناموں سے برا کہا گیا ہے"

---

[1] برا نہیں کہا - بلکہ عیسائیوں کے عقیدہ کو پیش کر دیا ہے - ابوالعطاء -

[2] ذرا تو عقل سے کام لیں - کیا برا کہنے والا "علیہ السلام" کہکر برا کہا کرتا ہے یہ تو صاف دلیل ہے - کہ اس جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مقدس شخصیت مسلم ہے - باقی اعتراض اس پاک ہستی کے اس غلط تصور پر ہے - جو عیسائی پیش کرتے ہیں - اور انکے مسلمات کی بنا پر - ابوالعطا

[3] نام تو تعیین شخص کے لئے ہوتے ہیں - جبکہ اس جگہ صرف اعتبار مسیحیت کا اظہار کرنا ہے -

علاوہ اسکے قرآن مجید میں یہ بھی ایک اخلاقی سبق ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم۔ یعنی جن لوگوں کو غیر مسلم پکارتے ہیں۔ تم مسلمان لوگ ان کو بُرا نہ کہو۔ ورنہ ضد اور جہالت سے وہ خدا کو بُرا کہینگے فرض کرلیں۔ کہ مرزا صاحب نے عیسیٰ مسیح مسلّمہ اسلام رسول کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ عیسائیوں کے مصنوعی معبود کو بُرا کہا ہے۔ تو بھی بحکم آیت مرقومہ ناجائز فعل ہے" ص۳۲

اسی طرح ایک نامہ نگار نے لکھا ہے:۔

"کیا عیسائیوں کے اعتراض پر آنحضرت بھی غضب میں آکر ترکی بہ ترکی جواب دینے پر تل گئے تھے۔ اور مرزا قادیانی کی طرح کہہ دیا تھا۔ کہ مسیح شراب پیتے تھے۔ اور عورتوں سے سر میں تیل ڈلواتے تھے" (اہلحدیث ۸ رنومبر ۲۹ء)

گویا ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق عمل اگر الزامی بھی ہو۔ اعتقادی نہ ہو۔ تب بھی آیت لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ کے اخلاقی سبق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے خلاف ہے۔

الجواب اوّل۔ ہم اوپر اہلحدیث سے وہ حوالجات درج کرچکے ہیں۔ جن میں آریوں کے پرمیشور کو بے کار۔ غیر منصف۔ عورت۔ سونے والا۔ اور عضو معطل وغیرہ کہا گیا ہے۔ کیا یہ فعل اس آیت کے خلاف نہیں؟ کیا آریہ لوگ پرمیشور کی عبادت نہیں کرتے؟ بلکہ میں کہتا ہوں

بقیہ حاشیہ:۔ تو نام تو وہی لینا پڑیگا۔ نام پر ہی جھگڑا ہے۔ تو پڑھیے آپ خود لکھ چکے ہیں" ہمارے ملک میں ایک نئی تثلیث قایم ہوئی ہے۔ جو عیسائیوں کی تثلیث سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ کسی طرح نہیں چاہتے۔ کہ کسی قومی کام میں مل کر کام کریں" (اہلحدیث ۵ راپریل ۱۹۱۳ء ص۱۱) فتدبر۔ مولف

کہ خود اسی عبارت بالا میں مسیح کو عیسائیوں کا "مصنوعی خدا" کہا ہے۔ کیا یہ لفظ نصاریٰ کو پسند آئیگا؟ آپ کے قاعدہ سے تو یہ بھی سبّ ہے۔ گویا جو مفہوم آپ نے آیت قرآنی کا بیان کیا ہے اس کی رُو سے آپ تو مجرم ہیں۔ سچ ہے ع

دیگراں را نصیحت وخود را فضیحت

دوم۔ قرآن مجید میں مشرکین کے معبودوں کے متعلق جو کچھ درج ہے۔ اس کا ایک خلاصہ یہ ہے۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم (انبیاء ع) ضعف الطالب والمطلوب (حج ع) اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ (النحل ع) ان یدعون من دونہ الا اناثاً وان یدعون الا شیطاناً مریداً (نساء ع) ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان (النجم ع) انھن اضللن کثیراً من الناس (ابراہیم ع)

یعنی اے مشرکو! تم اور تمہارے معبود جہنم میں جائیں گے۔ ان بتوں کا طالب بھی کمزور ہے۔ اور یہ مطلوب بھی کمزور ہیں۔ یہ سب معبودان باطلہ مردہ ہیں۔ زندہ نہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ یہ لوگ صرف عورتوں کو پکارتے ہیں۔ ہاں وہ صرف شیطان سرکش کو پکارتے ہیں۔ یاد رکھو یہ صرف نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا ان آیات میں بتوں کے نقائص نہیں بتائے گئے؟ یقیناً! تو پھر کیا خود خداوند تعالیٰ نے حکم لا تسبوا پر عمل نہ کیا۔ نعوذ باللہ۔ حقیقت یہ ہے کہ گالی چڑانے کے لئے ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات درباره حضرت مسیح علیہ السلام اظہار واقعہ کے طور پر مسلمات خصم ہیں۔ گالی نہیں ہیں۔ جس کی ممانعت ہے۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ مشرکین ان الفاظ کو گالی قرار دیں۔ اور در پئے آزار ہو جائیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کفار مکہ کے متعلق لکھا ہے۔

"ان کو تو قرآن کی ہدایت سے سخت نفرت تھی۔ بار بار یہی کہتے تھے۔
کہ اس قرآن کو بدل ڈال کوئی اور کتاب ہمارے پاس لا۔ یہ تو اچھا نہیں
ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے" (تفسیر ثنائی جلد اصفحہ ۴)

پس لا تسبوا الذین کا مطلب خود قرآن کے عمل سے ظاہر ہے۔

سوم:۔ اگر کوئی شخص طالب حق ہے۔ تو اس کے لئے ہم قرآن مجید سے ذیل میں دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح حل ہو جاتا ہے۔ کہ آیت لا تسبوا الذین یدعون کیا کیا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم (توبہ ع ۵)۔ ان یہود و نصاریٰ نے اپنے رہبانوں اور احبار کو خدا کے سوا رب بنا رکھا ہے۔ پھر اسی جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان کثیرا من الاحبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (توبہ ع ۵) بہت سے احبار اور رہبان لوگوں کے مال باطل طور پر کھاتے اور صراط مستقیم سے گمراہ کرتے ہیں۔ گویا بتا دیا۔ کہ اظہار حق کے لئے معبود مصنوعی خدا کی حقیقت کا بیان کرنا نہ صرف اخلاق بلکہ دین کے لحاظ سے بھی ضروری ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عادت ہے۔ اور یہی اس کے مرسلوں کی سنت ہے۔ کیا اس قدر واضح بیان کے بعد بھی کسی شناسا کی گنجائش ہے۔ ھل فیکم رجل رشید؟

چہارم۔ آیت لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ سورۃ الانعام ع ۱۳ میں وارد ہے۔ اور یہ رکوع ہی "بدیع السموٰت والارض انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ" سے شروع ہوتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ معبودان باطلہ کی واجب تردید نہ صرف یہ کہ سب و شتم میں داخل نہیں۔ بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید مداہنہ نہیں سکھاتا۔ ہاں امر واقعہ بالمسلم خصم اور گالی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پنجم۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصاریٰ

کے مسلمات کی بناء پر یعنی جو کچھ کہا۔ وہ جوابی طور پر لکھا یعنی بطور دفاع۔ اور یہ اسلام کی عین تعلیم ہے۔ اور تمام متعلمین اسلام اسی پر کاربند رہے ہیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کے جواب میں اسے کہا۔ امصص بظر اللات" لات بُت کی شرمگاہ چوستا رہ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۷۷) کیا یہ بد اخلاقی ہے۔ پھر اہلحدیث کے اصحاب کا جو طرزِ عمل ہے۔ اس کا بھی تھوڑا سا نمونہ ذکر ہو چکا ہے۔ مگر افسوس کہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جہلاء کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح کو گالیاں دیں۔ خلاف اخلاق فعل کیا۔ آہ! ان لوگوں نے تقویٰ کو بکلی خیرباد کہہ دیا۔ اور اسلام کی غیرت بھی ان سے جاتی رہی۔ ہم اس بحث کو ختم کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ خاص اس بارہ میں درج ذیل کرتے ہیں حضور فرماتے ہیں:۔

> "ہمارے علماء جو اس جگہ لا تسبوا کی آیت پیش کرتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اس آیت کو ہمارے مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف دشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے۔ نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو۔ اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر دشنام دہی کی صورت میں اس کو سمجھ لیوے۔ اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے۔ تو کیا اس سے امر معروف کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے۔ کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے۔ بلکہ بت پرستوں کے ان بتوں کو جو ان کی نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔ اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا۔ اور ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے

بلکہ اللہ جلشانہٗ مداہنہ کی ممانعت میں صاف فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے
باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی ان کی کفر کی حالت میں مداہنہ کا برتاؤ
کریں۔ وہ بھی ان جیسے ہی بے ایمان ہیں۔ الخ" (ازالہ اوہام ص۹)

پس حضرت مسیح موعودؑ کا عمل نہایت نیک نیتی اور ضرورت حقہ پر مبنی ہے۔ اسلام کی شان اور نبی کریم صلعم کی عظمت کے اظہار کے لئے اس کے اختیار کرنے کی از بس ضرورت تھی۔ گو یہ طریق بیان ابتداءً حضرت اقدسؑ نے پسند نہ فرمایا۔ مگر ضرورت کے وقت ابطال باطل کے لئے اختیار فرمایا۔ اور نیت کے نیک ہونے سے کئی بظاہر ناپسندیدہ فعل اچھے ہو جاتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"ہماری نیت حق و باطل میں تمیز کرنے کی ہے۔ اس لئے اس بظاہر
ناپسندیدہ فعل کے عنداللہ پسندیدہ ہونے کی توقع رکھتے ہیں۔ انما
الاعمال بالنیات" (رسالہ محمد قادیانی ص۹)

الغرض حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کے اظہار کے لئے جو کچھ کیا۔ قابل صد ہزار تحسین ہے۔ خدا اس برگزیدہ کے درجات بلند فرمائے۔ جس نے اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو بچایا۔ اور مسلمانوں کو عیسیٰ پرستی کی بجائے توحید اور عظمت نبوی کا سبق دیا۔ خوب فرمایا ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

اختلافات کے تفصیلی جوابات

پہلا اختلاف | مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے پہلے

یہ لکھا۔ کہ "مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ (براہین احمدیہ) ۔
اور بعد فرمایا۔ کہ مسیح کوئی نہ آئیگا۔ آنے والا میں ہوں۔ (ازالہ اوہام)

الجواب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے۔ وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے۔ جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔ سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں۔ اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے لیکن جب مسیح آئیگا۔ تو اس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہو گی۔ یہ بیان جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے۔ صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے۔ جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔ کیونکہ جو لوگ خدائے تعالےٰ سے الہام پاتے ہیں۔ وہ بغیر بلائے نہیں بولتے۔ اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے۔ اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ تب تک اہل کتاب کی سنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے۔ اور بروقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ سو اسی لحاظ سے حضرت مسیح بن مریم کی نسبت اپنی طرف سے براہین میں کوئی بحث نہیں کی گئی تھی۔ اب جو خدا تعالےٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا۔ تو عام طور پر اس

کہ اعلان از بس ضروری تھا۔" (ازالہ اوہام ص۹۸ طبع سوم)

(ب) "میں نے لوگوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہو۔ وہ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھاوے۔" (کشتی نوح ص۴۷)

(ج) "مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے۔ کہ میں عالم الغیب ہوں۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی۔ اور بار بار نہ سمجھایا۔ کہ تو مسیح موعود ہے۔ اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اس عقیدہ پر قائم تھا۔ جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی۔ تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا۔ اور مجھے نور سے بھر دیا۔ اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔" (اعجاز احمدی ص۷)

(د) "میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا۔ تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے۔ جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

ان حوالجات کی موجودگی میں مولوی صاحب کا حضرت علیہ السلام کے بیانات پر اعتراض کرنا سراسر ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اس قسم کے اختلاف کے متعلق ہم پہلے کافی لکھ چکے ہیں۔

اس جگہ مولوی صاحب کا فتویٰ انہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں :۔

"خداوند تعالےٰ کو یہ اختیار ہے۔ کہ اپنے علم غیب سے کسی قانون کو جب تک چاہے جاری رکھے۔ اور جب چاہے منسوخ کرے اس سے بہتر دوسرا قانون جاری کرے" (اہلحدیث ۲۰ رجون ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۲)

جب خدا جو عالم الغیب ہے۔ وہ قانون کو بدل دیتا ہے۔ اور آپ کے نزدیک کچھ بھی قابل اعتراض امر نہیں۔ تو اگر کوئی بندہ اپنے ناقص علم کو خدا کے کامل علم سے بدل دے تو کیونکر ناجائز ہوگیا ؟ انصاف انصاف !!

دوسرا اختلاف رسالہ انجام آتھم صفحہ ۱۲ اور ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۸۹ سے حضرت مسیح کے متعلق داؤد کے تخت کو بحال کرنے والی پیشگوئی کے ظاہری اور تاویلی مفہوم کو نقل کر کے مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"پہلے بیان میں حضرت یسوع مسیح کی پیشگوئی ان کی بناوٹی بتا کر موجب ذلت بتائی۔ دوسرے میں خدا کی طرف سے بتا کر بتاویل پوری ہونے کی اطلاع دی۔ کیا خوب" (تعلیمات صفحہ ۵)

الجواب اوّل ۔ عیسائی لوگ اجتہادی غلطی کے قائل نہیں۔ اور نہ ہی یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں خدا کے بنانے سے تھیں۔ بلکہ وہ ان کو خدا کہتے اور ان کے اپنے کلام کا نام ہی پیشگوئی رکھتے ہیں ۔ اس لحاظ سے بیان اوّل عیسائی مسلّمات کی بناء پر ہے ۔ اور ظاہر کو مدنظر رکھکر جیسا کہ سیاق و سباق عبارت صاف بتا رہا ہے ۔ بیان ثانی واقعیت کی بناء پر ہے اور اس کے تاویلی معنوں کو مدنظر رکھ کر۔ اسلئے اعتراض اختلاف باطل ہے۔ نوٹ الاعتبارات ابطلت الحکمة ؛

دوم ۔ ظاہری اور تاویلی معنوں کے اعتبار سے بسا اوقات حیثیت بدل جاتی ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے ۔ کہ ظاہر اعتبار سے محدثین ایک حدیث کو غلط قرار دیتے

ہیں۔ لیکن تاویلی معنوں سے وہ درست قرار پاتی ہے۔ اور یہ روزمرہ کے محاورات میں بھی ہوتا ہے۔ چونکہ مولوی صاحب نے آئندہ نمبروں میں بھی اس قسم کی غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے ہم اس جگہ ظاہر اور تاویل کے لحاظ سے غلط اور صحیح ہونے کی بعض ایسی مثالیں ذکر کر دیتے ہیں۔ جو مولوی صاحب کو مسلم ہیں۔

پہلی مثال :۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں :۔

(الف) "جو مسلمان مصنف تورات انجیل سے توحید کا ثبوت اور تثلیث کا رد بیان کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کی رائے کے مخالف ہیں۔ جبکہ فریق مقابل خود اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ہماری کتابوں کا مضمون ثبوت تثلیث ہے تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ ان کے خلاف بحث کریں۔ ہم بھی انہیں معنوں کو مان کر ان کی کتابوں کی بے اعتباری ثابت کرینگے جس سے بحث بآسانی طے ہو سکتی ہے" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ حاشیہ)

(ب) حضرت مسیح کے متعلق لفظ "خدا کا بیٹا کہا جائیگا" پر لکھتے ہیں :۔

"یہ ایک انجیلی محاورہ ہے۔ کہ نیک بندوں کو خدا کے فرزند کہا جاتا ہے انجیل متی ۵ باب" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

ناظرین کرام! پہلی عبارت میں انجیل کو ثبوت تثلیث مانا ہے۔ اور دوسری میں خدا کے بیٹے ہونے کی تاویل کی ہے۔ کیا آپ اسے اختلاف تسلیم کرینگے؟

دوسری مثال :۔ (الف) "ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ ہم تورات انجیل زبور وغیرہ کو کتب الہامیہ مانتے ہیں" (اہلحدیث ۲۰ جون ۱۹۱۳ء)

(ب) "تقریر بالا سے نہ صرف الوہیت مسیح کا بطلان ثابت ہوا۔ بلکہ تورات انجیل کا (جن میں الوہیت مسیح مذکور ہے) بھی اعتبار نہ رہا۔ اور کلام اللہ ہونے کے مرتبہ سے ساقط الاعتبار ہو گئیں" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۰۹)

گویا توراۃ انجیل کلام الٰہی بھی ہیں۔ اور نہیں بھی۔ کیا آپ اسے اختلاف مانیں گے؟

تیسری مثال:۔ لکھا ہے:۔

"حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کی۔ کہ نمازی کے سامنے سے عورت یا کتا گذر جائے۔ اور سترہ نہ ہو تو نماز جاتی رہیگی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کہ روایت غلط ہے۔ (بخاری شریف) محدثین کے قاعدے[1] سے اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ ابن عباس اور ابو ہریرہ کی روایت درصورت صحیح مرفوع غیر موول ہونے کے حضرت عائشہ کے قول اور روایت سے غلط نہیں ہو سکتی۔ نہ دونوں میں تعارض ہے۔ کیونکہ ابو ہریرہ کی روایت کا مطلب یہ ہے۔ کہ عورت وغیرہ نمازی کے آگے سے گذرے۔ تو نماز ٹوٹے گی۔ اور حضرت عائشہ کی روایت اس طرح کی نہیں۔ بلکہ وہ نماز شروع کرنے سے پہلے سامنے بیٹھی ہوتی تھیں۔ آگے سے نہ گذرتی تھیں فافہم۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ ابو ہریرہ کی روایت کا مطلب بھی اصلی قطع صلوٰۃ نہیں۔ بلکہ قریب قطع مراد ہے"

(اہلحدیث ۸ار جولائی ۱۹۳۳ء صفحہ ۱)

دیکھا حب اپنے اوپر بات آتی ہے۔ کس طرح توجیہات نکل آتی ہیں۔ اور اختلاف کا نام تک بھول جاتا ہے۔

چوتھی مثال:۔ علامہ زمخشری اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

[1] اگر وہ قاعدہ حضرت مرزا صاحب استعمال کریں تو اسے اختلاف شمار کرنے میں العجب ابو العطاء

"وما یروی من الحدیث ما من مولود یولد الا والشیطان
یمسہ حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان
ایاہ الا مریم وابنها فالله اعلم بصحته فان صح
فمعناہ ان کل مولود یطمع الشیطان فی اغوائه
الا مریم وابنها فانهما کانا معصومین وکذالک
کل من کان فی صفتهما" (تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۳۰۲)

اب دیکھ لیجیے۔ بخاری کی مشہور حدیث ما من مولود[1] کے متعلق پہلے کہتے ہیں۔ کہ اس کی صحت ہی ثابت نہیں۔ اور اگر اس کو صحیح مانا جاوے۔ تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہر وہ شخص جو مریم یا عیسےٰ کے صفات رکھتا ہو۔ وہ معصوم ہوگا۔ گویا ظاہری معنوں کی رو سے حدیث ناقابل تسلیم ہے۔ اور تاویلی معنوں کے رو سے مسلم ؎

الغرض ہمارا منشاء روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ بعض دفعہ ایک بات اپنے ظاہری الفاظ میں قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اس کی تاویل کرلی جاوے۔ تو وہ درست ہو جاتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجیل کے بیان پر عیسائی قاعدہ کے ماتحت اعتراض فرمایا ہے۔ مگر اسلامی طریق سے تاویل کی ہے۔ فلا اعتراض۔ ہاں تطبیق کے مسئلہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب آیات قرآن کے متعلق لکھ چکے ہیں:۔

"قرآن مجید کی مختلف آیات میں جو تطبیق دیجاتی ہے۔ کیا خدا سے پوچھ کر دیجاتی ہے۔ نہیں۔ بلکہ خود کلام میں قرائن ایسے تلاش کئے جاتے ہیں۔

---

[1] وہ لوگ۔ جو کہتے ہیں۔ کہ امت محمدیہ میں کوئی ابن مریم نہیں ہوسکتا۔ وہ اس حدیث اور اس کی تشریح پر غور کریں۔ مصنف

[2] یہ حدیث تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۸ پر بھی مذکور ہے۔ ابوالعطاء

یہ عام قانون ہے " (۲۰ر جون ۱۹۳۸ء)

تیسرا اختلاف کتاب چشمہ مسیحی صفحہ ۹ اور ضرورت الامام صفحہ ۸ سے دو عبارتیں نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

" پہلے اقتباس میں حضرت مسیح کے جس قول کی مذمت ہے۔ دوسرے میں اسی کی تحسین ہے " صفحہ ۸

الجواب رسالہ چشمہ مسیحی کے محولہ بالا مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید کی تعلیم پر معترض عیسائیوں کو جواب دیا ہے اسی دوران میں یہ فقرات بھی ہیں۔ کہ:۔

" دوسروں کو یہ بھی حکم دیا۔ کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے۔ کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہدیا۔ اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں۔ اور بڑے بڑے ان کے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے۔ کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ پاک اور کامل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو انسانی درخت کی ہر ایک شاخ کی پرورش کرتی ہے " صفحہ ۹

صاف ظاہر ہے۔ کہ اس میں عیسائیوں کے اس نقطۂ خیال کی تردید کی گئی ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ اخلاق کریمہ یہی ہیں۔ کہ ہر مقام پر عفو سے کام لیا جاوے۔ قرآن مجید نے جو سختی کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ اور انہیں بتایا گیا ہے۔ کہ اگر اخلاق صرف نرمی کے پہلو کا ہی نام ہے، تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام پر بھی بدزبانی کا الزام آتا ہے۔ اس کے بالمقابل رسالہ ضرورت الامام سے جو عبارت مولوی صاحب نے نقل کی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

"اگر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں۔ جیسا کہ سور۔ کتے۔ بے ایمان۔ بدکار وغیرہ وغیرہ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھانے اور نرمی کی تعلیم کرتے تھے۔ بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے۔ یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے۔ بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے" (تعلیمات صہ)

گویا اگر اخلاق فاضلہ کا اسلامی نقطہ نگاہ تسلیم کیا جاوے۔ تو بے شک حضرت مسیح صاحب اخلاق فاضلہ تھے۔ بلکہ معلم اخلاق تھے۔ لیکن اگر عیسائیوں کا معیار جس سے وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ مدنظر رکھا جاوے۔ اور اسے صحیح تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر از روئے اناجیل حضرت مسیح پر بھی بدزبانی کا الزام آتا ہے۔ لہذا دونوں عبارتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

سِر الیقین ہے۔ کہ مولوی صاحب ایسے اعتراض عمداً دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ ورنہ کیا وہ ایسی سادہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ حالانکہ خود اخبار اہلحدیث میں شائع کر چکے ہیں:۔

"حضرت مسیح نے فرمایا۔ کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے گا۔ وہ جہنم کی سزا کے لائق ہوگا" (متی) یہ آیت اس امر کے متعلق نص صریح ہے۔ کہ اپنے کسی بھائی کو احمق کا لفظ استعمال کرنا اتنا گناہ عظیم رکھتا ہے۔ کہ اس کا ٹھکانا سوائے جہنم کے کچھ نہیں۔ اور دوسری جگہ خود جناب مسیح نے فقیہوں اور فریسیوں کو احمق کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ مسیح بھی اس گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے" (اہلحدیث ۲۹ (نومبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۷))

سلہ مولانا! اس جگہ لفظ بھی مسیح ہے۔ جو بقول آپ کے اسلامی اصطلاح ہے۔ مولف

اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا فی الواقع حضرت مسیح گناہ گار اور جہنم کے مستحق ہیں؟
ہرگز نہیں! بلکہ یہ انجیلی بیان کی رُو سے نتیجہ ہے۔ اسلامی اخلاق کا معیار یہ ہے
کہ نرمی اور سختی ہر دو برمحل ہوں۔ ذالک من فضل اللہ ؟

چوتھا اختلاف اس نمبر میں مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے حسب ذیل
تین فقرات پیش کئے ہیں۔

(۱) "یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا۔ کہ لوگ جانتے
تھے۔ کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے۔" (ست بچن حاشیہ ۱۷۲)

(۲) "جس کو عیسائیوں نے خدا بنا رکھا ہے۔ کسی نے اس کو کہا۔ اے
نیک استاد۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ نیک
کوئی نہیں مگر خدا۔ یہی تمام اولیاء کا شعار رہا ہے۔ سب نے استغفار
کو اپنا شعار قرار دیا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ۱۰۱)

(۳) "حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس
بندے تھے۔ کہ انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا۔ جو کوئی ان کو نیک آدمی
کہے۔" (مقدمہ براہین ۱۱۱)

ان تین عبارتوں کو نقل کر کے مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"پہلے حوالہ میں یہ فقرہ موجب مذمت بنایا۔ دوسرے اور تیسرے میں
وہی فقرہ باعث مدح قرار دیا" (تعلیمات ۵۷)

الجواب مولوی ثناء اللہ صاحب نے آریوں کو جواب دیتے ہوئے ایک اصول ذکر کیا
ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ:۔

"ہر ایک کلام کے معنے وہی صحیح ہیں۔ جو متکلم کے منشاء کے مطابق ہوں۔
اور اگر کسی کلام کے ایسے معنے ہوں۔ جو متکلم ان کو صحیح نہ جانتا ہو گو

اپنی کھینچ تان سے ہم ان کو سیدھا بھی کر لیں۔ حقیقت میں سیدھے نہیں ہونگے۔ کیونکہ متکلم ایسے معنے سے انکاری ہے۔ غالباً یہ اصول سب اہل زبان کو پسند ہوگا۔" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۶)

مگر افسوس کہ آپ احمدیت کی مخالفت میں ہمیشہ کلام کے وہ معنے لیتے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام انکاری ہیں۔ کیا یہ دیانتداری ہے؟

ست بچن میں حضرت اقدس ؑ نے عیسائیوں کے کفارہ کے ابطال میں ان کے مسلّمہ کے طور پر انجیل سے الزامی جواب دیا ہے۔ چنانچہ جس عبارت پر حاشیہ ہے۔ جو مولوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "یسوع کے مصلوب ہونے سے اس پر ایمان لانے والے گناہ سے رک نہیں سکتے۔ الخ" اور باقی دو عبارتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاکسار بندہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ گویا اعتراض اس فقرہ پر عیسائی نقطۂ خیال سے ہے۔ اور تعریف اس کی اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہے۔ انجیل میں لکھا ہے:۔

"یوحنا نہ کھاتا آیا نہ پیتا۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ اس میں بدروح ہے ابن آدم کھاتا پیتا آیا۔ اور وہ کہتے ہیں۔ دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار۔" (متی ۱۱ / ۱۸-۱۹)

پس یہ بھی اعتراض باطل ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام نے صاف لکھ دیا ہے۔ کہ

"ہم تو قرآن شریف کے فرمودہ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو سچا نبی مانتے ہیں۔ ورنہ اس انجیل کی رو سے (جو موجود ہے) انکی نبوت کی بھی خبر نہیں۔ عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں۔ مگر ہمیں ان کی نبوت ہی ثابت کرنا بجز ذریعہ قرآن شریف کے ایک غیر ممکن امر معلوم ہوتا ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۱۱۲)

پانچواں اختلاف اس نمبر میں مولوی صاحب نے فقرہ "یسوع کی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی۔ کہ وہ کون تھا" (ضمیمہ انجام آتھم ص۹) اور چشمہ معرفت کی عبارت ذیل میں اختلاف بتایا ہے:۔

"اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے یسوع کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ان مثل عیسےٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنی عیسیٰ کی مثال خدا تعالےٰ کے نزدیک آدم کی ہے۔ کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے بنا کر پھر کہا۔ کہ تو زندہ ہو جا۔ پس وہ زندہ ہو گیا"

(تعلیمات ص۸)

الجواب انجام آتھم کی عبارت کے ساتھ ہی اس کا دوسرا فقرہ بھی نقل کر دیتے۔ تو بات طے ہو جاتی۔ جہاں لکھا ہے:۔

"اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص تھا۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا"

گویا یسوع کی اپنی ذات بری نہیں۔ بلکہ عیسائیوں نے ان کی طرف غلط عقائد منسوب کر دیئے ہیں۔ اور وہ ایسی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ جو قابل اعتراض ہے پس قرآن مجید نے اس حیثیت سے ان کا ہرگز ذکر نہیں فرمایا۔ ہاں انکی نبوت کے اعتبار سے ان کی ولادت و وفات کا ذکر ہے۔ ہمارے نزدیک جیسا کہ میں مفصل لکھ چکا ہوں۔ یسوع اور عیسےٰ دو ذاتیں نہیں۔ ذات ایک ہی ہے۔ مگر ایک ذات کی دو حیثیتیں ہیں۔ جن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود لکھا ہے:۔

"لائق مضمون نگار (مسیحی) نے کوشش کی ہے۔ کہ مسلمانوں کو قرآن شریف

سے حضرت عیسیٰ کا تعارف کرائے۔ مگر اس حیثیت سے جو آج عیسائیوں
کے ذہن میں ہے یعنی ابنیت اور الوہیت وغیرہ"۔

(اہلحدیث ۶/ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

اب جبکہ حضرت مسیح کی دو حیثیتیں ہیں۔ اور پھر یہ بھی صحیح ہے۔ کہ نصاریٰ کی بنائی ہوئی حیثیت کا قرآن میں ذکر نہیں۔ تو اعتراض کیوں؟ اور اختلاف کیسا؟

چھٹا اختلاف ضمیمہ انجام آتھم کا فقرہ "یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا" نقل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت ذیل بیان کی ہے:۔

"ایسے ایسے فقروں نے ان (عیسائیوں) کو بہت خراب کر رکھا ہے
کہ جیسے یہ لکھا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح ... علیہ السلام سے جتنے پہلے
نبی آئے۔ وہ سب چور اور ڈاکو تھے۔ مگر یہ متکبرانہ الفاظ کسی حالت
میں کسی نیک پاک آدمی کی نسبت منسوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح
تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے
جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا۔ جو کہ کوئی ان کو نیک آدمی کہے۔ پھر
کیونکر ان کی طرف کوئی غرور آمیز لفظ جس میں اپنی تعلّی اور دوسرے
کی توہین پائی جاتی ہے منسوب کیا جائے"۔

(تعلیمات ص۳ بحوالہ براہین احمدیہ)

الجواب ناظرین کرام! مولوی صاحب کی دیانتداری کا یہ عالم ہے۔ کہ ضمیمہ انجام آتھم کی عبارت میں سے پہلا فقرہ "اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص الخ" حذف کر کے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ بات تو اتنی سچ ہے۔ کہ عیسائیوں کے خیال کے مطابق بائبل موجودہ کی بنا پر یسوع نے موسیٰ کو ڈاکو اور

بشارکہا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک یہ حضرت مسیح علیہ السّلام کا قول نہیں۔ کیا اسی کا نام اختلاف ہے یہ سچ ہے عداوت بُری بلا ہے۔ کہ اس کے ماتحت مولوی صاحب ضمیر کشی کر رہے ہیں۔ ورنہ وہ خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انجیل موجودہ کے بعض بیانات درست ہیں اور بعض غلط۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"موجودہ تورات و انجیل باوجودیکہ ہماری مسلمہ اور مقبولہ نہیں تاہم حقیقت ان میں ہے۔ اسی حقیقت کے لحاظ سے قرآن مجید نے ان کی تصدیق کی۔ مگر اپنا نام مہیمن بھی رکھا" (اہلحدیث ۲۰ جون ۱۹۱۳ء صک)

ساتواں اختلاف مکتوبات احمدیہ جلد ۳ کے حوالہ سے مولوی صاحب نقل کرتے ہیں :۔ "مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار۔ خود بین۔ خدائی کا دعویٰ کرنے والا"

اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب مانتے ہیں۔ کہ مسیح نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ پھر دوسری عبارت :۔

"انہوں (مسیح) نے اپنی نسبت کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ جس سے وہ خدائی کے مدعی ثابت ہوں" (لیکچر سیالکوٹ صتا)

اس کے مخالف قرار دیکر نقل کی ہے +

الجواب مکتوبات احمدیہ کے جس صفحہ سے مولوی صاحب نے مندرجہ بالا الفاظ نقل کئے ہیں۔ اسی جگہ یہ الفاظ بھی موجود ہیں :۔

"اے ظالم پادری کچھ شرم کر۔ آخر مرنا ہے۔ مسیح بیچارہ تمہاری جگہ جواب دہ نہیں ہو سکتا۔ اپنے کاموں سے تمہیں پکڑے جاؤ گے اس سے کوئی پرسش نہ ہوگی"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اوپر جو کچھ مسیح کے متعلق کہا گیا ہے۔ وہ نصاریٰ کا

کا اختراع ہے۔ جسے وہ از خود حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرتؑ فرماتے ہیں۔ کہ اس سے پرستش نہ ہوگی۔ اے پادریو! تم پکڑے جاؤ گے حالانکہ اگر مسیح نے فی الواقع دعویٰ الوہیت کیا ہے۔ یا اس عبارت بالا کا یہی مطلب تھا۔ تو پھر مسیح سے پرستش نہ ہونے کا کیا مطلب؟ جبکہ مکتوبات کے حوالہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ تو پھر یہ دوسری عبارت سے مخالف کس طرح ہوئی۔ لیکچر سیالکوٹ ص۳۳ پر بھی حضرتؑ نے تحریر فرمایا ہے:-

"یاد رکھو کہ خدائی کے دعویٰ کی حضرت مسیح پر سراسر تہمت ہے۔
انہوں نے ہرگز ایسا دعویٰ نہیں کیا"

پس ان ہر دو عبارتوں میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ مکتوبات کی عبارت میں پادریوں کے افترا یا انجیلی بیانات کا ذکر ہے۔ اور موخر الذکر عبارت میں اصلیت کا بیان ہے مولوی صاحب نے اس جگہ اختلاف بنا کر مخالفین حق کی تضلیل کا ارادہ کیا ہے۔ ورنہ یہ ایسی بات نہیں۔ جس کو مولوی صاحب سمجھتے نہ ہوں۔ کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ اور حضرت مسیح کا مقابلہ کرتے ہوئے۔ اپنی تفسیر میں لکھ چکے ہیں:-

"(خدا) جس کام کو کرنا چاہے۔ ایسی حکمت سے کرتا ہے۔ کہ کسی کے
وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ نہ کہ دشمنوں سے ڈر کر ایلی ایلی پکارے۔
اور پھر بھی دعویٰ خداوندی کرے" (تفسیر ثنائی جلد ۲ ص۲)

جس جگہ سے ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے۔ اس میں بار بار مسیح کا ہی لفظ ہے۔ جسے آپ اسلامی اصطلاح قرار دیکر حضرت پر توہین مسیحؑ کا الزام لگانا چاہتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا حضرت مسیح نے "دعویٰ خداوندی" کیا تھا؟ اگر کہو کہ ہاں۔ تو وہ نبی نہیں۔ اگر کہو کہ نہیں۔ تو پھر اس عبارت کے ہوتے ہوئے آپ کا کیا حق ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کر سکیں؟

آٹھواں اختلاف مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

(الف) "یہ مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ جیسا کہ مسیح بن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا" (کشتی نوح ص١٣)

(ب) "اس لحاظ سے کہ حضرت مسیح حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد آئے۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا اس زمانہ میں ظہور کرنا ضروری ہو" (شہادت القرآن ص٩٦)

دونوں عبارتوں کے بعد خود بایں الفاظ اعتراض کرتے ہیں:۔

"پہلے اقتباس میں چودھویں صدی میں لکھا۔ دوسری میں چودھویں صدی کے بعد یعنی پندرھویں لکھا۔ کیا خوب" (تعلیمات ص٩)

الجواب اوّل۔ حضرت مسیح کی بعثت کے ساتھ دو قوموں کا تعلق ہے۔ یہودی تاریخ کے رُو سے مسیح حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے حضرت اقدسؑ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ:۔

"یہودی اپنی تاریخ کی رُو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں۔ کہ موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا تھا" (کشتی نوح ص١٣ حاشیہ)

لیکن عیسائی تاریخ کی رُو سے حضرت مسیح کا ظہور حضرت موسیٰ کی وفات کے ١٤٥١ سال بعد ہوا۔ یعنی چودہ سو برس بعد (دیکھو بائیبل مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی پنجاب ١٩٠٩ء) لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں جو لکھا ہے۔ وہ یہودی تاریخ کے اعتبار سے ہے۔ اور شہادت القرآن کی عبارت میں مسیحی تاریخ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اعتراض

دوئم:۔ کتاب شہادت القرآن کے فقرہ "حضرت مسیح حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس

بعد آئے"۔ کا یہ مطلب کہ از روئے واقعات پندھویں صدی میں آئے خلاف منشاء متکلم ہے۔ اور ایسا مطلب باطل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بکرات و مرات اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ حضرت مسیح حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے۔ چنانچہ خود شہادت القرآن میں لکھا ہے۔ کہ :-

۱ "حضرت موسیٰ کے لئے چودہ سو برس تک خلیفوں کا سلسلہ مقرر کیا"۔

(شہادت القرآن صـ۶۷)

۲ "حضرت موسےٰ سے حضرت مسیح کا قریباً چودہ سو برس کا فاصلہ تھا"۔

(شہادت القرآن صـ۶۱)

۳ "حضرت موسیٰؑ کے خلیفوں کا چودہ سو برس تک سلسلہ ممتد رہا"۔

(شہادت القرآن صـ۵۹)

۴ "آخر یہ سلسلہ خلافت کا چودھویں صدی میں حضرت مسیح پر ختم ہوا"۔

(شہادت القرآن صـ۳)

۵ "شریعت موسوی میں چودہ سو برس تک خلافت کا سلسلہ ممتد رہا"۔

(شہادت القرآن صـ۲۵)

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ "چودہ سو برس بعد" ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ چودھویں میں ظاہر ہوئے تھے۔ خواہ اس کے آخیر پر ظاہر ہوئے پس حضرت کی ہر دو عبارتیں مخالف نہیں۔ کیونکہ حضرت یہی مانتے تھے۔ کہ حضرت مسیح چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں :-

"اگرچہ عیسائیوں نے بہ غلطی سے لکھا ہے۔ کہ یسوع مسیح حضرت موسیٰ کے بعد پندرھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ مگر یہ انہوں نے غلطی کی ہے۔ یہودیوں کی تاریخ سے بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ موسےٰ کے بعد

چودھویں صدی میں ظاہر ہُوا تھا۔ اور وہی قول صحیح ہے "
(ضمیمہ براہین پنجم مــ۱۸۷)

الغرض کوئی بھی صورت مان لی جاوے۔ حضرت اقدسؑ کے کلام پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہوالمراد :۔

نواں اختلاف مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں فلما توفیتنی والے سوال و جواب کو عہد ماضی کا واقعہ قرار دیا ہے۔ اور ضمیمہ براہین پنجم میں اسے قیامت کے دن کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے لکھا ہے۔ کہ :۔

" مباحث مرزائیہ میں وفات مسیح کا مسئلہ بھی پیش آیا کرتا ہے۔ اور مرزائی مناظر وفات مسیح پر عموماً یہی آیت پیش کیا کرتے ہیں۔ مرزا جی نے فیصلہ کر دیا۔ کہ یہ روز قیامت کی گفتگو ہے۔ پس اس سے وفات مسیح ثابت نہ ہوئی " (مخلصاً)

الجواب جب حضرت نے خود ہی فیصلہ کر دیا۔ کہ یہ روز قیامت کی گفتگو ہے تو پھر اختلاف کے ذیل میں اس کو پیش کرنے کے کیا معنی ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ از روئے قواعد نحویہ تو اسے ماضی کا ہی واقعہ ماننا چاہیئے۔ اور یہی حضرتؑ نے ازالہ اوہام میں ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اسلوب قرآنی کے خاص اعتبار سے یہ روز قیامت کا واقعہ ہے۔ اور حضرت اقدسؑ نے براہین پنجم میں اسی طور پر ذکر فرمایا ہے۔ خلا اعتراض۔ چنانچہ مفسرین بھی اس سوال کے متعلق دونو طرف گئے ہیں۔ لکھا ہے :۔

" و اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم الخ قال فی المدارک الجمہور علی ان ھذا السوال یکون فی یوم القیامۃ و یدلہ سباق الآیۃ و سیاقہا و قیل خاطبہ بہ حین رفعہ الی السماء و دلیلہ لفظ اذ " ترجمہ آیت أانت قلت للناس کے متعلق تفسیر

مدارک میں لکھا ہے۔ کہ جمہور کا یہی خیال ہے۔ کہ یہ سوال قیامت کو ہوگا اور اس کی دلیل آیت کا سیاق و سباق ہے۔ لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ یہ سوال مسیح کے رفع کے وقت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کی دلیل لفظ اِذْ ہے۔ (یعنی جو ماضی کے لئے ہوتا ہے۔)"

(ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲ صہ۱۳۲ حاشیہ مطبع مجتبائی دہلی)

وفات مسیح ناصری

باقی رہا یہ کہنا۔ کہ چونکہ یہ گفتگو قیامت کو ہوگی۔ اسلئے ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ یہ سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ یہ سوال و جواب خواہ قیامت کو ہو۔ یا قیامت کے بھی ہزار سال بعد۔ مگر ہمیں تو یہ دیکھنا ہے۔ کہ حضرت مسیح کا نفس جواب کیا ہے۔ انہوں نے خدا تعالےٰ کے سوال پر جن الفاظ میں جواب دیا ہے۔ ان میں سے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ) اے خدا میں عیسائیوں کا نگران تھا۔ جب تک ان میں تھا۔ اور جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ تو تو ہی ان کا نگران تھا۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام صرف دو وقت بتلاتے ہیں۔ توفی کا وقت۔ توفی سے قبل۔ تیسرا کوئی وقت ذکر نہیں کرتے۔ اور توفی سے قبل کے وقت کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ میں نے یہ عرصہ اپنی قوم میں گذارا ہے (ما دمت فیہم) اور میرے اس قیام کو صرف توفی نے توڑا ہے۔ پس اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو حضرت مسیح کو ان کی قوم میں موجود مان لو۔ یا فوت شدہ قرار دو۔ کیونکہ اس جگہ حرف فاء ہے۔ جو ترتیب مع التعقیب کے لئے آتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح اپنی قوم میں نہیں۔ لہذا اب ان کا فوت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ پس ہمارا استدلال یہ نہیں ہے۔ کہ یہ واقعہ کب ہوگا۔ اور اس زمانہ سے وفات مسیح ثابت ہوگی۔ تا آپ لوگ یہ کہکر خلاصی پاسکیں۔ کہ یہ قیامت کا واقعہ ہے۔ بلکہ ہمارا استدلال حضرت مسیح کے نفس جواب سے ہے۔

اس آیت سے وفات مسیح پر دوسرا استدلال یوں ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو نصاریٰ کے شرک سے اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے ان کے شرک کرنے سے عدم علم ظاہر کرینگے (کُنت انت الرقیب علیہم) اب اگر بالفرض حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور وہ دنیا میں آکر نصاریٰ کے شرک کو دیکھیں گے۔ تو قیامت کے دن کیونکر کذب بیانی کرسکیں گے۔ کہ مجھے تو علم ہی نہیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ ان کے جسمانی نزول کا خیال ایک غلط خیال ہے۔ اور وہ فوت ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ دیگر انبیاء کرام وفات پا چکے ہے

ابن مریم مرگیا حق کی قسم ☆ داخل جنت ہوا وہ محترم

دسواں اختلاف

(۱) "اک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں مشہور کیا" (ضمیمہ انجام آتھم صـ)

(۲) "مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا۔ اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی تھی۔ اسلئے ضرور تھا کہ گمنامی میں ریاست میں مجھے یسوع مسیح کے ساتھ مشابہت ہوتی"

(تحفہ قیصریہ صـ)

الجواب اس قسم کی تمام عبارتوں کا مفصل جواب اوپر درج ہو چکا ہے نہیں تاہم میں کہتا ہوں۔ کہ ہر دو کتب میں خود انہی مقامات پر اس کا جواب موجود ہے۔ ضمیمہ انجام آتھم میں لکھا ہے:۔

"یسوع کی تمام پیشگوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے"

اور تحفہ قیصریہ میں اسی مقام پر مذکور ہے:۔

"اس خدا نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے۔ کہ در حقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے۔"

اور ان میں سے ہے۔ جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ہے۔ جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے۔ اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ گمان کیا گیا ہے۔ خدا نہیں ہے ہاں خدا سے واصل ہے۔ اور ان کاملوں میں سے ہے۔ جو تھوڑے ہیں۔ اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں۔ ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے۔ یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے۔ اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔ یہ ایک بڑی بات ہے۔ جو توجہ کے لائق ہے۔ کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفارہ اور تثلیث اور ابنیت ہے۔ ایسے متنفر پائے جاتے ہیں۔ کہ گویا ایک بھاری افترا ان پر کیا گیا ہے۔ وہ یہی ہے لا (تحفہ قیصریہ صفحہ ۱۸)

الغرض پہلی عبارت میں یسوع کی اس حیثیت کا ذکر ہے۔ جو اسے پادریوں نے دے رکھی ہے۔ دوسری میں اس عبارت کا تذکرہ ہے۔ جو اسے فی الواقع بلحاظ نبی اور رسول ہونے کے حاصل ہے۔ پہلی صورت قابل نفرت ہے۔ اور دوسری صورت قابل اشتیاق ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مسیح ناصری سے بہ حیثیت ایک صادق نبی کے مشابہت دی ہے۔ لہٰذا ان عبارتوں کو اختلاف کے نام سے پیش کرنا غلطی ہے۔

گیارھواں اختلاف

مولوی صاحب "مسیحی چڑیوں کا پرواز قرآن سے ثابت ہے" کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دو عبارتیں لکھتے ہیں:-

(۱) "حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزے کے طور پر ان کا پرواز

قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں "
(آئینہ کمالات اسلام ص۶۸)

(۲) "اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا" (ازالہ اوہام ص۳۰۳)

الجواب مولوی صاحب نے ہر دو مقامات سے ایک ایک فقرہ نقل کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو دھوکہ لگ سکے۔ حالانکہ اگر ان مقامات کو ذرا تدبر سے پڑھا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے۔ کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ جس پرواز کی نفی ہے۔ اور جس کے قرآن مجید سے غیر ثابت ہونے کا دعویٰ ہے۔ وہ حقیقی زندگی کے ساتھ صحیح کا پرواز ہے۔ اور جس پرواز کا اقرار ہے۔ اور جسے قرآن مجید سے ثابت قرار دیا گیا ہے۔ وہ غیر حقیقی اور محض عارضی پرواز ہے۔ پس ان دونوں عبارتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہم ناظرین کے انصاف کے لئے ہر دو مقامات کے متعلقہ فقرات درج کرتے ہیں۔ ازالہ اوہام میں لکھا ہے :-

"ہم بچشم خود دیکھتے ہیں۔ کہ اس فن کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے۔ تو اگر اس میں پرواز بھی ہو۔ تو بعید کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے۔ اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جاوے۔ وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کی روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے

لہٰ ص۳۰۳ کی بجائے ص۳۰۷ ہے۔ ابوالعطاء

کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا۔ اور نہ درحقیقت ان کا زندہ ہوجانا ثابت ہوتا ہے۔ (ص۳۰۴ طبع اوّل)

آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے :۔

"اور حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں۔ اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ وہ زندہ بھی ہوگئیں" ص۶۸

گویا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مطلق پرواز قرآن مجید سے ثابت ہے۔ مگر پرواز جو حقیقی زندگی کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ وہ قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ لہٰذا ان ہر دو عبارتوں میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں۔

بارھواں اختلاف اس نمبر میں مولوی صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسب ذیل تین فقرات پیش کئے ہیں۔

(۱) "احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس برس کی عمر تھی" (راز حقیقت ص۳)

(۲) "یہ سکھوں کے زمانے تک ان کی یادگار کا ایک کتبہ موجود تھا۔ آخر سرینگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی"

(تبلیغ رسالت جلد ۵ ص۶)

(۳) "احادیث میں آیا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہو کر خدا سے جا ملا"

(تذکرۃ الشہادتین ص۱۲)

ان عبارتوں کو نقل کر کے لکھا ہے :۔

"پس عمر مسیح ۱۲۰ - ۱۲۵ - ۱۵۳ سال ہوئی" (تجلیات صلا)

الجواب پہلی اور تیسری عبارت میں ایک سو بیس عمر ہی بیان کی گئی ہے۔ از تصنیف کے اسی حوالہ میں لکھا ہے۔ کہ:-

"یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جبکہ حضرت ممدوح کی عمر تینتیس برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالےٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی" (تجلیات صلا)

اور "تذکرۃ الشہادتین" میں تنقیص کے طور پر انکی کل عمر تو ایک سو بیس سال ہی ذکر فرمائی ہے۔ وہاں یہ بتلایا ہے۔ کہ وہ صلیب کے بعد بھی زندہ رہے تھے۔ اس عبارت کا ہرگز یہ منشا نہیں۔ کہ حضرت مسیح نے ۱۲۰ سال عمر پائی تھی۔ ورنہ اس جگہ عبارت یوں ہوتی۔ کہ "صلیب کا واقعہ ان کی ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا۔ بعد ازاں ۱۲۰ سال زندہ رہے۔ اور ان کی عمر ۱۵۳ سال ہوئی" جب ایسا نہیں ہے۔ تو پھر خواہ مخواہ خلاف منشاء متکلم معنے لینا کہاں تک درست ہے؟ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتابوں میں ۱۲۰ سال عمر کا تو بار بار ذکر موجود ہے۔ لیکن ۱۵۳ سال عمر کا لفظ تک موجود نہیں۔ یہ محض مکذب امرتسری کا اختراع ہے۔

باقی رہا ۱۲۰ اور ۱۲۵ سال کا اختلاف۔ تو اس کا جواب واضح ہے۔ کہ دونوں کے متعلق روایات موجود ہیں۔ ۱۲۰ سال عمر کا ذکر بھی حدیث میں آتا ہے اور ۱۲۵ سال کا بھی۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ عرب لوگ عام طور پر عدد کے ذکر میں کسور کو حذف کر دیتے تھے۔ اس لئے ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ دیکھئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثُمَّ اِنِّی لَا اُرَانِی اِلَّا ذَاهِبًا عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ" (نہج الکلام و ۲۶ صلا) کہ میں ساٹھ سال کے سر پر دنیا سے جاؤں گا۔ یعنی میری عمر ساٹھ سال ہوگی۔ مگر حضور کی عمر

۶۳ سال ہوئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"عمر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعضے ساٹھ برس کی اور بعضے باسٹھ برس چھ مہینے کی اور بعضے پینسٹھ برس کی کہتے ہیں۔ مگر ارباب تحقیق ۶۳ برس کی لکھتے ہیں"۔ (احوال الانبیاء جلد ۲ صفحہ ۳۳۳)

اسی طرح ۱۲۰-۱۲۵ سال کے بیان میں ہے۔ لہذا کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں اگر یہ کہو کہ ۱۲۰ سال عمر والی حدیث تو ہم جانتے ہیں۔ کہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰۔ تفسیر جلالین صفحہ حاشیہ مجتبائی اور حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ پر موجود ہے۔ لیکن یہ حدیث کہاں ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ۱۲۵ برس زندہ رہے تھے۔ تو لیجئے پڑھ لیجئے۔ علامہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب "ما ثبت بالسنۃ" میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل الفاظ درج فرماتے ہیں :-

"لم یکن نبی الا عاش نصف عمر اخیہ الذی قبلہ وقد عاش عیسیٰ خمساً و عشرین سنۃ ومائتی"۔ صفحہ ۲۹

تحقیق حضرت عیسیٰ ۱۲۵ سال زندہ رہے۔ پس بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اختلاف بیان کا اعتراض باطل ہے۔ اب اگر جرأت ہے۔ تو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر دیا۔ پھر اپنے اہلحدیث بزرگوں (نواب صدیق حسن خانصاحب اور علامہ عبدالحق صاحب محدث) کو کذاب قرار دو۔ اور اگر ہمارا مشورہ مان سکو۔ تو اس قسم کے باطل اعتراضات سے ہی باز آجاؤ۔

تیرھواں ۱۳ اختلاف

"چشمہ معرفت" کے دو مختلف مقامات سے مولوی صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل فقرے نقل کئے ہیں :-

(۱) جیسا کہ کئی جگہ۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ کتابیں محرف و

مبدّل ہیں۔ اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں" ص۲۵۵

(۲) " یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرّف و مبدّل ہیں۔ ان کا بیان قابل اعتبار نہیں۔ ایسی بات وہی کہیگا۔ جو خود قرآن سے بے بہرہ ہے" ص۷۵

الجواب جیسا کہ ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔ کہ مولوی صاحب کو خود مسلّم ہے۔ کہ اہلحدیث لوگوں میں یہودیوں کا ایک "خاص عیب" پایا جاتاہے۔ یعنی ایک حصّہ کتاب کو قبول کرنا اور دوسرے کو ترک کر دینا یا بالفاظ دیگر تحریف کرنا۔ اس عیب کا اظہار مولوی صاحب کی کتاب کے تمام مقامات میں پایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ اس جگہ سوال بھی تحریف بائیبل کا ہے۔ اسلئے ہم نے اسے دوبارہ یاد دلادیا ہے۔ شاید وہ آئندہ ہی نصیحت حاصل کریں۔

کتاب چشمہ معرفت میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ انہی صفحات بالا کے بعض ملحقہ فقرات (جن کو مولوی صاحب نے عمداً حذف کیا ہے۔) سے ظاہر ہے۔ لکھا ہے:۔

"ظاہر ہے۔ کہ اگر ہر ایک بات میں پہلی کتابوں کی گواہی ناجائز ہوتی تو خدا تعالےٰ کیوں مومنوں کو فرماتا۔ کہ اگر تمہیں معلوم نہیں۔ تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ بلکہ اگر نبیوں کی کتابوں سے کچھ فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ تو اس صورت میں یہ بھی ناجائز ہوگا۔ کہ ان کتابوں میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بطور استدلال پیشگوئیاں پیش کریں۔ حالانکہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعد ان کے تابعین بھی ان پیشگوئیوں کو بطور حجت پیش کرتے رہے ہیں" ص۷۵

پھر ص۲۵۵ پر لکھا ہے:۔

"سچ تو یہ بات ہے۔ کہ وہ کتابیں آنحضرت صلعم کے زمانے تک ردّی کی

طرح ہو چکی نقلیں۔ اور بہت جھوٹ ان میں ملائے گئے تھے۔
جیسا کہ کئی جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ کتابیں محرّف
مبدّل ہیں۔ اور اپنی اصلیّت پر قایم نہیں رہیں"

ناظرین کرام! ان عبارتوں سے صاف عیاں ہے۔ کہ توراۃ و انجیل کے محرّف و مبدّل ہونے کا بایں معنی انکار ہے۔ کہ ان میں کوئی بھی صداقت نہیں۔ اور نہ ہی انہیں آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں ہیں۔ یعنی کلی تحریف کا انکار ہے۔ لیکن بایں معنی اقرار ہے کہ "بہت جھوٹ ان میں ملائے گئے تھے۔" اور وہ "اپنی اصلیت پر قایم نہیں" گویا جزئی تحریف کا دعویٰ ہے۔ کیا یہ واضح مفہوم بھی مولوی صاحب سمجھ نہ سکتے تھے۔ حالانکہ وہ خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل فقرات اخبار اہلحدیث میں نقل کر چکے ہیں۔ کہ:۔

"زبردستی سے یہ نہیں کہنا چاہیے۔ کہ یہ ساری کتابیں محرّف و
مبدّل ہیں۔ بلاشبہ ان مقامات سے تحریف کا کچھ علاقہ نہیں۔ اور
دونوں یہود و نصاریٰ ان عبارتوں کی صحت کے قائل ہیں"

(اہلحدیث ۷ رجون ۱۳ئہ بحوالہ ازالہ اوہام)

لیکن اس علم کے باوجود اختلاف دکھانے کی خاطر عبارتوں میں کتر بیونت کرنا کیا یہ یہودیانہ خصلت ہے یا اسلامی طریق تحقیق؟ بالآخر ہم اس بارہ میں مولوی صاحب کے اپنے الفاظ اور ان کا اپنا مذہب بھی درج کر دیتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

(۱) "مسلمانوں کا مسیحیوں پر تحریف کا الزام لگانا بیجا نہیں۔ بلکہ صداقت رکھتا ہے" (اہلحدیث ۷ رجون ۱۳ئہ)

(۲) "ہم سچ کو نہیں چھوڑتے۔ بلکہ مسیحیوں کی مسلمہ بائیبل کی موجودہ کتب میں تحریف بتاتے ہیں" (ایضاً)

(۳) "توراۃ انجیل مسلمانوں کی اور ہے اور عیسائیوں کی اور۔ عیسائی موجود مصنفات کو اناجیل کہتے ہیں۔ اسلئے انہی کے غیر محرف ہونے کے وہ قائل ہیں" (ایضاً)

(۴) "ہم راستی سے کہتے ہیں۔ کہ بعض علماء اسلام بائیبل میں تحریف لفظی کے قائل نہیں۔ ان میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ مگر ہمارا حسن ظن ہے۔ کہ انہوں نے مسیحیوں کی بائیبل ملاحظہ نہ کی ہوگی"
(اہلحدیث ۱۳ر جون ۱۹۳۳ء)

(۵) "موجودہ توراۃ و انجیل باوجودیکہ ہماری مسلّمہ اور مقبولہ نہیں تاہم حقیقت ان میں ہے۔ اسی حقیقت کے لحاظ سے قرآن مجید نے انکی تصدیق کی ہے" (اہلحدیث ۲۰ر جون ۱۹۳۳ء)

(۶) "مسیحی انجیل میں چند نصائح تھیں۔ جو اسی مروجہ انجیل میں درج ہیں باقی سوانح عمری ہے" (اہلحدیث ۲۰ر جون ۱۹۳۳ء)

ناظرین کرام! آپ ان حوالجات پر نگاہ ڈال کر بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب ایک طرف بائیبل کے محرف ہونے کے قائل ہیں۔ دوسری طرف اسے قرآن مجید کی مصدق اور حقیقت پر مشتمل بتلاتے ہیں۔ کیا یہ اختلاف ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو علم کلام بیان فرمایا۔ آپ لوگ اسکی پیروی کیلئے مجبور ہیں مگر آریوں کی طرح معترض بھی ہیں۔ افسوس!

چودھواں اختلاف

اس نمبر میں مولوی صاحب نے حسب ذیل دو عبارتیں نقل کی ہیں:۔

(۱) "چونکہ شرعاً یہ امر ممنوع ہے۔ کہ طاعون زدہ لوگ اپنے دیہات کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں۔ اسلئے میں اپنی جماعت کے ان تمام لوگوں کو جو طاعون زدہ علاقوں میں ہیں منع کرتا ہوں۔ کہ

وہ اپنے علاقوں سے قادیان یا کسی دوسری جگہ جانے کا ہرگز قصد نہ کریں
اور دوسروں کو بھی روکیں۔ اور اپنے مقامات سے نہ ہلیں۔"

(اشتہار لنگر خانہ کا انتظام صـ۱)

(۲) "مجھے معلوم ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو۔ تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں۔ ورنہ وہ خدا تعالےٰ سے لڑائی کرنے والے ٹھہرینگے۔"

(ریویو قادیان جلد ۶ صـ۳۶۵)

الجواب مولوی صاحب کا خیال ہے۔ کہ ایک جگہ طاعون زدہ علاقہ چھوڑنے سے منع کیا ہے۔ اور دوسری جگہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اختلاف ہے۔ حالانکہ وہ اگر اتنا ہی غور کر لیتے۔ کہ پہلی عبارت میں "طاعون زدہ علاقہ" ہے۔ اور دوسری میں "اس شہر کو چھوڑ دیں" ہے۔ نیز پہلی عبارت میں دوسرے علاقہ میں جانے کی ممانعت ہے۔ اور دوسری جگہ یہ نہیں کہا۔ کہ دوسرے علاقہ میں چلے جاؤ۔ بلکہ میدان اور کھلی فضا میں جو شہر کی دیواروں سے باہر ہو چلے جانے کا حکم ہے۔ مگر وہ "عقربی فطرت" کے ماتحت مجبور ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ از روئے اسلام طاعون زدہ علاقہ کے لوگ دوسری جگہ نہیں جا سکتے۔ مگر شہر کو چھوڑ کر جنگل اور کھلی ہوا میں جانا ضروری ہے۔ پس یہ اختلاف نہیں ہے۔ اور دوسرے اشتہار میں جو ریویو میں مندرج ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود نے اسی بات کی توضیح فرما کر اپنے مریدوں کو نصیحت کی ہے۔ قرآن مجید کی آیت واحیینا بہ بلدۃ میتا کذالک الخروج۔ (ق ع۱) سے ثابت ہے۔ کہ کسی شہر کی زمینیں اس سے باہر نہیں ہوتیں۔ بلکہ اسی شہر میں شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام کا بھی یہی دستور العمل تھا۔ لکھا تھا:۔

"وکان یقول (عمرو بن عبسہ) انا رابع الاسلام فقال
یا ایھا الناس ان ھذا الطاعون رجس فتفرقوا عنہ

فی الشعاب" اے لوگو! یہ طاعون ہلاک اور مضر ہے۔ پس تم گھاٹیوں
اور میدانوں میں متفرق طور پر پھیل جاؤ"۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اور جب حضرت ابو عبیدۃ نے ایک دوسرے موقعہ پر کہا۔ کہ تقدیر سے بھاگتے ہو۔ تو انہیں کہا گیا:۔

"یا ابا عبیدۃ نعم فراراً من قدر الله الی قدر الله (حوالہ مذکور)

یہ فعل بھی خدا کی تقدیر ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی نقدیر۔ پس سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض طبی ہدایات کا ذکر کرتے ہوئے اہلحدیث میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"آنحضور ؐ نے متعدی امراض سے بچنے کی تلقین بھی کی اور فرمادیا فرّ من المجذوم کما تفر من الاسد کوڑھی سے اسی طرح دور رہو جس طرح شیر سے دور رہتے ہو۔ اور یہی طبی حیثیت سے صحت عامہ کا لحاظ ہوتا ہے۔ اسی طرح جہاں[1] طاعون پھیلا ہوا ہو۔ وہاں جانے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ امراض ایک آدمی سے دوسرے آدمی میں بہت جلد اثر کرجاتے ہیں"۔ (۴ ستمبر ۱۹۳۱ء صلا)

پس مولوی صاحب کا پیش کردہ اختلاف غلط ٹھہرا۔ اور حضرت اقدسؑ کے کلام پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

مخالفین حق کا دیرینہ اعتراض

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں انبیاء کرام اور ان کے مخالفین کے ذکر پر فرماتا ہے۔ کذالک ما اتی الذین من

[1] ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۲ حاشیہ پر آنحضرت صلعم کے یہ الفاظ ہیں لا یوردن ذو عاھۃ علٰی مصح۔ متعدی مرض والا تندرستوں میں نہ آوے۔ ابو العطاء

قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون اتواصوا بہ بل ہم قوم طاغون (ذاریات ع۳) کہ مکذبین کے پاس جب کوئی رسول آیا۔ تو انہوں نے اسے ساحر یا مجنون قرار دیا ہے۔ یعنی یا تو اسے حد سے زیادہ ہوشیار اور مکار قرار دیا ہے یا پھر اسے فاتر العقل اور مختل الحواس بتلایا ہے۔ اس سنت قدیمہ کے ماتحت ضروری تھا۔ کہ اس زمانہ کے صادق نبی کے سب سے بڑے مکذب کے قلم سے مندرجہ ذیل الفاظ نکلتے۔ کہ:-

"مرزا صاحب قادیانی کا بیان سراپا بے نظام ہوتا تھا۔ دریائے شور پنجاب کی طرح جوش مارتا ہوا نہ بستی دیکھتا ہے نہ ویرانہ بہتا ہی چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کا دماغ ایسا ماؤف تھا۔ کہ اس میں حفظ کی طاقت نہ رہی تھی" (تعلیمات صنعا)

پس اول تو اس قول نے حضرت کی صداقت اور امرتسری کے مکذب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

دوسرے میں کہتا ہوں۔ کہ کیا مکذبین قرآن مجید اس بات کے مدعی نہیں ہیں۔ کہ قرآن میں بے حد اختلاف ہے۔ پنڈت دیانند کے الفاظ آپ کو معلوم ہی ہیں۔ جہاں لکھا ہے:-

"کہیں تو قرآن میں لکھا ہے۔ کہ اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو اور کہیں لکھا ہے۔ کہ دھیمی آواز سے خدا کو یاد کرو۔ اب کہئے کونسی بات سچی اور کونسی جھوٹی ہے۔ ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں" (ستیارتھ پرکاش باب ۱۴)

اور پھر آپ لوگ بھی قرآن میں بے ترتیبی[1] کا اقرار کر کے ان کی مدد کر رہے ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ قرآن مجید میں اختلاف نہیں۔ اس کے اسلوب بیان میں بے ترتیبی نہیں سدہ موتیوں اور جواہرات

---

[1] جیسا کہ آیت انی متوفیک کی بحث کے وقت تمام غیر احمدی مولوی کیا کرتے ہیں۔ ابو العطاء

کا ایک خوبصورت باترتیب اور مرصع مجموعہ ہے۔ اس میں اختلاف کا خیال محض قلت فہم اور بصیرت اور کمزوری کی دلیل ہے۔ اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔ اختلافات جو آپ کی عمر بھر کی عرق ریزی کا نتیجہ تھے۔ ان کی حقیقت درج ہو چکی ہے۔ حضرت کا کلام باترتیب با نظام اور منہاج نبوت پر واقع ہے۔ اس مقدس انسان، ہاں اسلام کے بے نظیر پہلوان، خدمت اسلام کے میدان میں گوئے سبقت لے جانے والے انسان کو ماؤف دماغ والا بتانا اپنے جنون پر مہر کرنا ہے۔ اے دنیا کے عقلمندو! کیا وہ میرزا غلام احمد قادیانی جس نے باطل کی دھجیاں اڑا دیں۔ جس نے عیسائیت اور آریہ سماج کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور جو دنیا میں بہترین کام کرنے والی جماعت پیدا کر گیا۔ کیا وہ فی الواقع ماؤف دماغ کا انسان تھا؟ اس کے دلائل کو دیکھو۔ اس کی تحدی کو ملاحظہ کرو۔ ہاں اس کے بیان کی شوکت اور اس کے کلام کے جلال کو مشاہدہ کرو۔ کیا یا جائز ہے۔ کہ تم اسے ماؤف الدماغ کہہ سکو۔ ہاں پھر سوچو۔ یہ وہ انسان ہے۔ جس کے خداموں میں دنیا کے عقلمند، دین کے علماء اور حکومت کے ذمہ وار عہدے دار بھی شامل ہیں۔ اور جس کی کتب سے استفادہ کرنا اور جس کے دروازہ پہ جبین نیاز جھکانا عقلمندوں کا شیوہ ہے۔ دنیا کے فلاسفر ان براہین کے سامنے عاجز اور گنگ ہیں۔ کیا تم اسے با ہوش و حواس ہوتے ہوئے ماؤف الدماغ کہہ سکتے ہو۔

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ وہ شخص ہے۔ کہ جس کی مخالفت تمام علماء، تمام مشائخ، تمام صوفیاء۔ پادریوں اور پنڈتوں نے زور لگایا۔ مگر اس کا بال بیکا نہ کر سکے۔ اگر وہ ماؤف الدماغ تھا۔ تو ان تمام لوگوں کو کیا ہو گیا تھا۔ جو اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور اسے خود اپنی موت نہ مرنے دیا۔ پس یا تو کہو۔ کہ یہ سب مجانین تھے۔ جنہوں نے مخالفت کی۔ اور ان میں سے مولوی ثناء اللہ امرتسری اول نمبر پر ہے۔ یا پھر یہ کہو۔ کہ اس مقدس اور برگزیدہ خدا کو ماؤف الدماغ کہنا جھوٹ۔ افترا اور سراسر دھوکہ ہے۔

اے آنکھ والو! کیا تم خدا کی اس نصرت کو نہیں دیکھتے۔ جو اس محبوبِ خدا کے شاملِ حال ہے۔ کیا اسکی جماعت کا تمام دنیا میں پھیل جانا اس امر کی زبردست دلیل نہیں کہ وہ خدا کا پیارا تھا۔ اور خدا کا زبردست ہاتھ اس کی تائید کر رہا تھا۔ اس کے مکذب جھوٹے ہیں۔ وہ اپنی نادانی سے اسے ماؤف الدماغ کہہ رہے ہیں۔ جس طرح کہ پہلے کفار نے پہلے نبیوں کو مجنون اور مختل الدماغ کہا۔ سچ ہے۔ تشابهت قلوبهم۔ نادان کہتا ہے۔ کہ اس میں حفظ کی طاقت نہ تھی۔ مگر وہ اس حقیقت کو کہاں چھپا سکتا ہے۔ کہ اس کی کتب معارف حقائق اور دلائل کا ایک بحرِ زخار ہیں۔ ایک براہین احمدیہ ہی دیکھو۔ کیا وہی تمہارے اس کذب کے تردید کے لئے کافی نہیں۔ لیکن اگر حفظ نہ ہونے کی یہی علامت ہے۔ کہ وہ لاکھوں انسانوں کا پیشوا اور قریباً یکصد کتب کا مصنف اور تمام ادیانِ باطلہ کے سامنے سینہ سپر ہو۔ تو اس عدمِ حفظ پر ہزاروں حافظے قربان ہوں۔ اللھم صلے علی انبیائک المسیح الموعود الف مرات۔

بالآخر ہم اس مختصر کے مناسب اہلحدیث سے دو قول بھی نقل کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت کا اسکا دشمن بھی مانتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) "جناب مرزا صاحب قادیانی سے مذہبی امور میں گو ہم مخالف تھے۔ مگر اسکے تو ہم کسی طرح منکر نہیں۔ کہ مرزا صاحب موصوف بڑے پکے کے پالیٹشن (مدبر) تھے" (اہلحدیث ۹ دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۸)

(۲)۔ ایڈیٹر صاحب علیگڑھ گزٹ کے حسب ذیل الفاظ ۱۳ جون ۱۹۰۸ء کے پرچہ سے اہلحدیث میں درج ہیں:۔

"اس میں شبہ نہیں۔ کہ مرزا صاحب نے مذہب اسلام کی حمایت میں نہائت سرگرمی دکھائی ہے۔ آپ کی طرز تحریر نہائت پرزور اور جذبیلی

ہوتی تھی" (اہلحدیث ۱۹ر جون ۱۹۰۸ء)

اب ہم بفضلہ تعالیٰ باب اوّل کے جواب سے فارغ ہو کر باب دوم کا جواب شروع کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق ؛

باب دوم

کذبات کی حقیقت

نبی کے دعویٰ کے بعد مخالفین اس صادق انسان سے متنفر کرنے کے لئے جن ناپاک حیلوں سے کام لیتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ اُسے کاذب اور مفتری قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے اصدق الصادقین کو بھی منکرین کی طرف سے (معاذ اللہ) کذاب یعنی بہت جھوٹ بولنے والا لقب عطا ہوا تھا۔ (ص ع) حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی ایک آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں مکذبین اپنی شکل اور اپنے عیبوں پر مطلع ہو کر انہیں چھپانے کی خاطر اس مقدس نبی پر الزام لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایک عجیب اتفاق یہ ہے۔ کہ سلسلہ اتہامات دعویٰ کے بعد معاندت کی حالت میں ہی شروع ہوتا ہے۔ پہلے سب اس مدعی کی راستبازی کے معترف ہوتے ہیں۔ جو خود ان الزامات کے باطل ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ نبوت فرمایا۔ قوم دشمن ہوگئی۔

علماء مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ جن میں سے بزعم خود "اول نمبر" پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تھے۔ اسلئے ان کا اس باب میں "کذبات مرزا" ذکر کرنا باعث تعجب نہیں۔ بلکہ حیرت تو یہ ہے۔ کہ آپ سلسلہ احمدیہ کا گہرا مطالعہ رکھنے کا دعویٰ کرنے اور عمر بھر کی کد و کاوش کے باوجود جو تعداد اس باب میں درج کر سکے ہیں۔ وہ گیارہ ہے۔ مگر یہ بھی محض غلط۔ ان اعتراضات کی حقیقت تو آپ ابھی ملاحظہ کرینگے ہی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ غیر احمدی لوگ بالخصوص اہلحدیث لوگ اس امر کے قائل ہیں۔ کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کذبات" صرف تین دفعہ جھوٹ[1] بولا تھا۔ گویا ان کے نزدیک تین دفعہ جھوٹ بولنے والا مقام ابراہیم پر قائم ہوتا ہے۔ تو ان کا کیا حق ہے۔ کہ اپنے فرضی کذبات کی بناء پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر زبان طعن دراز کریں۔

اس جگہ مناسب ہے۔ کہ ہم دعویٰ سے قبل زندگی کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اپنے الفاظ اور ان کی اپنی شہادت درج کردیں۔ مولوی صاحب رسالہ "تاریخ مرزا" میں لکھتے ہیں:۔

"جس طرح مرزا صاحب کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک۔ اور اس کے بعد۔ اسی طرح مرزا صاحب سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ براہین تک مجھے بھی مرزا صاحب سے حسن ظن تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۸-۱۷ سال کی تھی۔ میں بشوق زیارت بٹالہ سے پا پیادہ تنہا قادیان گیا۔" صـ۵۳

پھر ایک دوسری جگہ اسی رسالہ میں لکھا ہے:۔

---

[1] یہ ترجمہ غیر احمدیوں کے نزدیک ہے۔ ہم سیدنا حضرت ابراہیم کو ہر گناہ اور ہر قسم کے جھوٹ سے معصوم مانتے ہیں۔ ابو العطاء۔ [2] یہ طرز تحریر بھی اس شخص کے اخلاقی نقص کی دلیل ہے۔ مولیٰنا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ابو العطاء۔

"مرزا صاحب کی زندگی دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک قبل دعویٰ مسیحیت دوسرا بعد دعویٰ مسیحیت۔ ان دونوں میں بہت بڑا اختلاف ہے پہلے حصے میں مرزا صاحب صرف ایک **باکمال مصنف** کی صورت میں پیش ہوتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں اس کمال کو کمال تک پہنچا کر مسیح موعود مہدی مسعود، کرشن گوپال، نبی اور رسول ہونے کا بھی ادعا کرتے ہیں۔ پہلے حصے میں جمہور علماء اسلام ان کی تائید[1] میں ہیں۔ دوسرے حصے میں جمہور بلکہ کل علما[2] اسلام ان کے مخالف نظر آتے ہیں۔" ص۳۵

یاد رہے۔ کہ یہ شہادت بہت محتاط الفاظ میں ادا کی گئی ہے۔ کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اشد مخالفت میں بیان کی گئی ہے۔ اور شاہد وہ ہے جس کا اعتقاد ہے۔ کہ جھوٹ بولنے والا بھی متقی ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ سرکاری عدالت کے اپنے بیان میں کہہ چکا ہے پس اس سے حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

نبیوں کا وعدہ اور دیکھنے کی خواہش

مکذب امرتسری نے اس باب کے نمبر اول ششم اور نہم میں جو "کذب" شمار کیا ہے۔ اور جو عبارتیں پیش کی ہیں۔ وہ ایک ہی مفہوم پر مشتمل ہیں۔ اسلئے ہم ان تینوں نمبروں کا ایک ساتھ لکھتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو عبارتیں امرتسری نے نقل کی ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

[1] گویا وہ حضرت کی زندگی کو پاکیزہ اور آپ کو باکمال مصنف مانتے ہیں۔ ابوالعطا۔

[2] حقیقی علماء تو حضرت اقدس کے ساتھ ہی تھے۔ جیسے حضرت مولانا نورالدین رض اعظم، مولانا محمد احسن رض صاحب امروہی۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رض۔ مولانا برہان الدین صاحب جہلمی رض۔ حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب رض۔ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہم وغیرہم۔ ابوالعطاء۔

(۱) "میرے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے۔ جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے۔ اور اس شخص کو تم نے دیکھ لیا۔ جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اسلئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو۔ اور اپنی راہیں درست کرو۔" (اربعین ص ۱۲-۱۳)

(۲) "میں وہی ہوں۔ جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا اور پھر خدا نے ان کی (حاضر الوقت لوگوں کی) معرفت بڑھانے کے لئے منہاج نبوت پر اس قدر نشانات ظاہر کئے۔ کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں"۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد ۱ ص ۵)

(۳) "میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا۔ اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے۔ وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے۔ اور آسمان سے لیکر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے۔ اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں"

(تذکرۃ الشہادتین ص ۴۲)

ان تینوں عبارتوں کو مختلف نمبر دیکر نقل کرتے ہوئے مولوی صاحب نے جو اعتراض کیا وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔

"سارے نبیوں کے وعدہ کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ جن پیغمبروں نے مرزا صاحب کی زیارت کا شوق کیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی سننے کے ہم بھی مشتاق ہیں"۔ (رسالہ تعلیمات ص ۱۳-۱۴-۱۵)

الجواب | قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ورسلاً قد قصصناهم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصهم علیک (نساء ع ۲۳) کہ ہم نے بعض رسولوں کا ذکر کیا ہے۔ اور بہت سے رسولوں کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ قرآن مجید

ہیں بیس سے کچھ زائد نبیوں کے نام مذکور ہیں۔ حالانکہ نبیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار گذری ہے۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی صاحب کا آج یہ مطالبہ کرنا۔ کہ ان نبیوں[1] کے اسماء گرامی بتاؤ۔ سراسر غلط مطالبہ ہے۔ ہاں مطلق وعدہ اور عمومی ذکر موجود ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ میں یہ حدیث متعدد مرتبہ آئی ہے۔ کہ دجال کے ذکر پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"انی لانذرکموہ وما من نبی الا وقد انذر قومہ ولقد انذرہ نوح قومہ" میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں۔ اور کوئی نبی نہیں گذرا مگر اس نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے (مسلم و ترمذی ابواب الفتن)

گویا سارے نبیوں نے بذریعہ وحی خبر پاکر اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ کہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہے۔ اب یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو دجال کی تو خبر دے۔ مگر دجال کے قاتل (حضرت مسیح موعودؑ) کی خبر نہ دے۔ پس لازماً ماننا پڑیگا۔ کہ تمام نبیوں کو مسیح موعود کی بھی خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے مسلم شریف کی مشہور حدیث (بروایۃ نواس بن سمعان) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا قاتل قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن) بلکہ جب حضور علیہ السلام اس تردد میں تھے۔ کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یا کوئی اور۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "ان یکنہ فلن تسلط علیہ" (ترمذی ابواب الفتن) اگر یہ فی الواقع دجال ہے۔ تو تو اس کے قتل پر قادر نہ

[1] حضرت مسیح ناصری نے بھی فرمایا ہے "میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی۔ کہ جو باتیں تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھیں اور جو باتیں تم سنتے ہو سنیں مگر نہ سنیں" متی ۱۳:۱۷۔ اگر نبیوں کو مسیح موسوی کے دیکھنے کی آرزو ہو سکتی ہے۔ تو مسیح محمدی کی بدرجہ اولی ہوگی۔ تدبروا یا اولی الابصار۔

ہو گا۔ کیونکہ دجّال کا قتل حضرت مسیح موعودؑ کے لئے مقرر ہے۔

ان احادیث سے ظاہر ہے۔ کہ دجّال کی آمد سے ہر نبی ڈراتا آیا ہے۔ اور دجّال کا قاتل مسیح موعود ہے۔ اور یہ تو واضح ہی ہے۔ کہ دجّال سے ڈرانے کے معنے یہی ہیں۔ کہ اس کے مکر و دجل سے آگاہ کر کے اس سے بچنے کی اور اس کے حشر کا بتانا منظور ہے اور اس بیان کے لئے مسیح موعودؑ کا ذکر ایک جزو لاینفک ہے۔ چنانچہ کتب سابقہ موجودہ میں بھی جہاں دجّال کا ذکر ہے۔ وہاں پر مسیح موعودؑ کا بھی ذکر ساتھ موجود ہے۔ (نمونہ کے طور پر مکاشفات یوحنا باب ۲۰-۲۱ دیکھ لیجئے) پس ان احادیث سے اشارۃ النص کے طور پر ثابت ہے۔ کہ ہر نبی نے مسیح موعود کے متعلق وعدہ کیا تھا۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب تمام نبیوں کا انذار عن الدجال نام بنام دکھا دینگے۔ تو ہم اسی جگہ سے نام بنام نبیوں کی طرف سے مسیح موعودؑ کی بعثت کا وعدہ بھی دکھا دینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہ ایک طبعی امر تھا۔ کہ جب انبیاء کرام کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سب سے بڑے فتنے کی خبر دی گئی۔ اور پھر اس زمانہ کے مصلح اعظم کا علم دیا گیا۔ تو ان میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اے کاش ہم بھی اس کو دیکھتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کو کذب قرار دینا پرلے درجہ کی نادانی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو اپنا اسلام بھیجکر اسکا اظہار فرمایا ہے۔ (کنز العمال)

ایک دوسری روایت میں ہے:۔

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .... قال (موسیٰ) یا رب انی اجد فی الالواح امة يؤتون العلم الاول والعلم الآخر فیقتلون قرون الضلالة المسيح الدجال فاجعلها امتی قال تلك امة احمد"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت

موسیٰ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی۔ کہ مولیٰ کریم نے الواح میں (الواح موسیٰ میں یعنی ان میں پیشگوئی ہے) ایسی قوم دیکھی ہے۔ جنہیں پہلا علم اور پچھلا علم دیا جائیگا۔ اور پھر وہ گمراہی کی طاقتوں یعنی دجّال سے لڑینگے۔ اے خدا تو انہیں میری امت بنادے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ وہ احمد علیہ السلام کی امت ہے (دلائل النبوۃ جلد ا صلا)

اس حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ دجّال سے جنگ۔ کرنے والے گروہ کے متعلق سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیا جذبات تھے۔ ہاں اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اس وقت جو موعود مبعوث ہوگا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ اور وہی مسیح موعود بھی ہوگا پس مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراض باطل اور غلط ہے۔

سوسال تک قیامت مولوی صاحب کذبات کے نمبر دوم میں حضرت اقدس کی کتاب ازالہ اوہام سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں:۔

"ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہوجانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ قیامت کب آئیگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آئیگی" صلا۲۵۲

پھر اپنا اعتراض بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے سو برس تک قیامت بتانیوالی حدیث کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُمّت مرزائیہ اس حدیث کا پتہ دے۔ ورنہ مشہور حدیث من کذب علیّ متعمداً فلیتبوّ مقعدہٗ فی النّار سے خوف کریں" (تعلیمات صلا۱۳)

الجواب | ازالہ اوہام صلا۲۵۲ (طبع اوّل) میں عبارت بالا کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ امر

"آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔
اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ سو برس[1] کے عرصہ سے کوئی شخص
زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی بناء پر اکثر علماء وفقراء اس طرف گئے
ہیں۔ کہ خضر بھی فوت ہو گیا۔ کیونکہ مخبر صادق کے کلام میں کذب جائز
نہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارے علماء نے اس قیامت سے بھی مسیح کو
باہر رکھ لیا" ص ۲۵۲

اس اقتباس سے عیاں ہے۔ کہ قیامت سے اس جگہ قیامت کبریٰ نہیں۔ بلکہ قیامت صغریٰ یعنی اس قرن کی قیامت مراد ہے۔ آیئے اب ہم وہ حدیث بلکہ احادیث بھی دکھا دیتے ہیں۔ لکھا ہے :-

(۱) "عن ابی سعید قال لما رجعنا من تبوک سأل رجل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال متی الساعة فقال لا یأتی علی الناس مائة سنة و علی ظہر الارض نفس منفوسة الیوم" (ترجمہ) ابو سعید کہتے ہیں۔ کہ جب ہم جنگ تبوک سے واپس لوٹے تو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ قیامت کب ہو گی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تمام بنی آدم پر سو سال نہ گذریگا۔ مگر آج کے زندوں میں سے کوئی روئے زمین پر نہ ہوگا" (معجم صغیر طبرانی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۱۵)

(۲) "ان عبد اللہ بن عمر قال صلے بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلم کی حدیث یأتی علیہا مائة سنة وھی حیة کو ازالہ اوہام ص ۲۵۶ طبع سوم پر بھی درج فرمایا ہے۔ ابو العطاء +

وسلم ذات لیلۃ صلاۃ العشاء فی آخر حیاتہ فلما سلم قام فقال ارأیتکم لیلتکم ھذہ علی راس مائۃ سنۃ منھا لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد" (ترجمہ) آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک دفعہ عشاء کی نماز پڑھائی۔ اور بعد فراغت کھڑے ہوکر فرمایا کہ دیکھو آج کی اس رات سے سو سال نہ گذریگا۔ کہ روئے زمین پر کوئی باقی نہ ہوگا" (جامع ترمذی کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۴۹)

(۳) مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے:۔

"ما من نفس منفوسۃ الیوم یاتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ" (ملخصاً)۔ یعنی سو سال نہیں گذریگا۔ کہ آج کے زندوں میں سے کوئی زندہ جان بھی باقی ہوگا" (کتاب الفتن)

گویا اس حدیث میں "علی ظہر الارض" کی قید بھی نہیں۔

(۴) "آنحضرت فداہ ابی و امی نے فوت ہونے وقت فرمایا تھا۔ کہ جو جاندار زمین پر ہیں۔ آج سے سو سال تک کوئی بھی زندہ نہیں رہیگا" تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵

(۵) "حدیث شریف کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی۔ اس وقت جتنے لوگ دنیا میں زندہ تھے۔ ان کی بابت فرمایا۔ کہ سو سال تک ایک بھی نہ رہیگا" (اہلحدیث ۶ر نومبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۳)

اب ہم آخر پر جامع ترمذی کی حدیث صفحہ ۲ پر جو حاشیہ ہے۔ اسے بھی درج کر دیتے ہیں۔ تاکہ اگر مولوی صاحب کو علم حدیث نہ دیا گیا ہو۔ تو وہ کم ازکم اس بیان سے ہی

فائدہ الطالبین۔ لکھا ہے:۔

"ان الغالب علی اعمارھم ان لا تتجاوز ذالک الامد الذی اشار الیہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکون قیامۃ اھل ذالک العصر قد قامت" (ترجمہ) ان کی عمروں کے لئے غالب امر یہی تھا۔ کہ وہ اس مدت سے تجاوز نہ کریں جس کی تعیین آنحضرت صلعم نے فرمادی تھی۔ اور تب اس زمانہ کے تمام لوگوں پر قیامت آگئی" (حاشیہ ترمذی ابواب الفتن مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی جلد ۲ صفحہ ۴۵)

ہذا خلیفۃ اللہ المہدی تیسرے نمبر میں مولوی صاحب نے شہادۃ القرآن کی عبارت جس میں ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کا حوالہ بخاری مذکور ہے ذکر کر کے لکھا ہے:۔

"یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ اتباع مرزا دکھائیں۔ تو ہم مشکور ہونگے"
(تعلیمات صفحہ ۱۱)

الجواب (۱) یہ حدیث ابونعیم نے تلخیص المتشابہ میں موجود ہے۔ حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۶ پر بھی مذکور ہے۔ علامہ سندی نے "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" والی روایت پر لکھا ہے:۔

"کذا ذکرہ السیوطی وفی الزوائد ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات ورواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین" (ترجمہ) اس کو سیوطی نے بھی ذکر کیا ہے۔ اسکی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکم نے اس کو مستدرک میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق بھی صحیح ہے"
(حاشیہ ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

پس یہ حدیث نہایت معتبر ہے۔ اسلئے حضرت کے بیان کو کذب قرار دینا غلط ہے ٭

(۲) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تحریر فرمایا ہے :۔

(الف) "ثم العجب کل العجب انہم ینتظرون المھدی مع انہم یقرؤن فی صحیح ابن ماجہ والمستدرک حدیث لا مھدی الا عیسٰی ویعلمون ان الصحیحین قد ترکا ذکرہ لضعف احادیث سمعت فی امرہ" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴)

یعنی امام بخاری اور امام مسلم نے مہدی کی بابت کوئی حدیث اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

(ب) "میں کہتا ہوں۔ کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے اماموں حدیث نے ان کو نہیں لیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۵ طبع سوم)

ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نزدیک بھی مہدی کی کوئی روایت بخاری میں موجود نہیں۔ پس شہادۃ القرآن کی عبارت میں بخاری کے حوالہ کا ذکر صرف سبقتِ قلم ہے۔ اسے کذب قرار دینا غلط ہے۔

(۳) کذب اور سہو میں یہ فرق ہے۔ کہ کذب کے لئے تعمد شرط ہے۔ ... ... جیسا کہ لکھا ہے۔ کذب ای اخبر عن الشیٔ بخلاف ما ھو مع العلم بہ (المنجد صفحہ ۶۹۷) سہو انبیاء سے ہوسکتا ہے مگر اسے کذب قرار دینا شرارت ہے۔ اور اس قسم کے سہو ان کی بشریت کے لازم حال ہوتا ہے چنانچہ صحاح میں باب السہو میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے بجائے چار کے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور جب ایک صحابی نے عرض کیا" أقصرت الصلٰوۃ یا رسول اللہ ام نسیت" حضور بھول گئے ہیں یا نماز ہی چھوٹی ہوگئی ہے۔

تب حضور علیہ السلام نے فرمایا "کل ذالک لم یکن"[1] "لم انس و لم تقصر"[2] ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں۔ نہ میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز چھوٹی ہوئی ہے۔ لیکن جب دوسرے تمام صحابہ نے اس صحابی کی تصدیق کی۔ تو حضور نے دو رکعتیں اور پڑھائیں۔

معلوم ہوا حضور بھول گئے تھے۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب آنحضرت صلعم کے قول لم انس و لم تقصر" کو (نعوذ باللہ) کذب قرار دینے کی جرأت کر سکتے ہیں تو حضور علیہ السلام کے ظل حضرت احمد علیہ السلام پر بھی الزام لگائیں۔ ورنہ انہیں خدا تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ کہ اس طرح سے مخلوق کو دھوکہ دیکر وہ اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر رہے ہیں۔

اخبار اہلحدیث میں آنحضرت صلعم کی بعض احادیث کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ میں اسے بعینہٖ درج کرتا ہوں:-

"فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں میں بشر ہوں مثل تمہارے۔ میں بھی بھول جاتا ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو فرمایا کہ میں آدمی ہوں۔ بعض دفعہ غسل جنب سے بھول جاتا ہوں۔ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ مجھے خطا اور صواب کا امکان ہے"

(اہلحدیث ۶ ؍جون ۱۹۳۰ء صفحہ ۶)

(۴) ۔ حوالہ کی غلطی کو جھوٹ نہیں کہتے۔ ورنہ آیئے مندرجہ ذیل بزرگوں پر بھی کذب بیانی کا فتویٰ دیجیئے:-

---

[1] مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ ، [2] بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۶۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ ما قصرت الصلاۃ وما نسیت" (موطا امام مالک کتاب الصلاۃ۔ منہ

علامہ سعد الدین تفتازانی ۔ ملا خسرو ۔ ملا عبد الحکیم نیموں نے لکھا ہے ۔ کہ حدیث "یکثر لکم الاحادیث بعدی" کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ۔
(تلویح شرح توضیح جلد ۱ صفحہ ۲۶۱)

کیا آپ ان بزرگوں کو کاذب قرار دینگے ۔ کیونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ۔ یا محض حوالہ کی غلطی قرار دینگے ؟ ماھو جوابکم فھو جوابنا ؛

پھر امام ابن الربیع نے حدیث "خیر السودان ثلاثۃ لقمان و بلال و مھجع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کو "رواہ البخاری فی صحیحہ" فرمایا ہے ۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۱۲) حالانکہ یہ بخاری میں نہیں ۔ بلکہ حاکم کی روایت ہے ۔ اب کیا آپ امام ابن الربیع کو بھی کاذب قرار دینگے یا اس بیان کو سہو پر محمول کرینگے ؟

بہرحال سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس نمبر میں مولوی صاحب نے جو کذب کا الزام لگانا چاہا ہے سراسر باطل ہے ۔ وہو المقصود ؛

یخرج دجال نمبر چہارم میں مولوی صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب تحفہ گولڑویہ سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہیں :۔

"نسائی نے ابی ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے " یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون الناس جلود الضأن السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ عزوجل ابی یغترون ام علی یجترءون یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا ۔ الخ "

اس قدر عبارت لکھنے کے بعد اعتراض کرتے ہیں کہ :۔

"یہ حدیث دال کے ساتھ دجال کی صورت میں حدیث شریف کی کسی کتاب میں نہیں۔ البتہ (ر) کے ساتھ رجال کی صورت میں آئی ہے" (تعلیمات صفحہ ۲)

الجواب گویا صرف دجال اور رجال کے دال اور راء کا اختلاف ہے۔ اور مولوی صاحب کا دعویٰ ہے۔ کہ "دال کے ساتھ دجال کی صورت میں یہ حدیث شریف کی کسی کتاب میں نہیں۔ اس لئے ہم کتاب کا حوالہ لکھ دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔ (کنز العمال جلد ۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد دکن)

ہاں اسکے ساتھ مزید ایک اور شہادت مولانا مخدوم بیگ صاحب نائب شیخ الحدیث کی وہ تحریر ہے۔ جو ہمارے پاس موجود ہے۔ مولانا موصوف سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہیں۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنے ہم شربوں کی شہادت سے تو شرمندہ ہونا چاہیئے مولانا ممدوح کے الفاظ یہ ہیں:۔

"جلد سابع صفحہ یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن الخ۔ ن عن ابی ھریرۃ
قلمی نسخہ میں بھی دجال بالدال صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ مخدوم بیگ عفی عنہ مدرس مدرسہ نظامیہ"

کیا مولوی صاحب آئندہ کے لئے بھی عقلاء کے اس قول کو زیر نظر رکھا کرینگے۔ کہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ تا انہیں دوبارہ ندامت نہ اٹھانی پڑے۔
معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے کسی جگہ را والی روایت دیکھی ہے۔ اور اسی پر حصر کر دیا

---

۲ ؎ میں چونکہ اس وقت ہندوستان سے باہر ہوں۔ اسلئے میں نے یہ تحریر عزیزی مولوی عبدالغفور صاحب جالندھری مولوی فاضل قادیان کے پاس بھیجدی ہے۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب دیکھنا چاہیں تو وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ابو العطاء۔

حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ بعض دفعہ ایک ہی روایت متعدد طریق سے آتی ہے۔ جیسا کہ آیات قرآنیہ میں قرأت مختلف ہو جاتی ہیں۔ اخبار اہلحدیث میں لکھا ہے:۔

"میرے سامنے جو صحیح بخاری موجود ہے۔ اور بمبئی میں ۱۲۶۹ھ کو لکھی گئی اور ۱۲۷۰ھ میں چھاپی گئی ہے۔ اس میں لفظ دوحیہ (بالناء) ہے۔ آیت میں بھی اور تفسیر ابن عباس کے الفاظ میں بھی۔ اسلئے میں نے اس جگہ بالناء نقل کیا ہے۔ مگر میرے پاس ایک پرانی قلمی صحیح بخاری ہے۔ اس میں دعا جعلنا الرؤیا کو رسم الخط قرآنی کے مطابق لکھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے"

(ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۹ء صٓ)

حضرت ابوہریرہ اور تفسیر ثنائی

پانچویں نمبر میں مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فقرہ "تفسیر ثنائی میں لکھا ہے۔ کہ ابوہریرہ فہم قرآن میں ناقص تھا" (براہین پنجم) پر حسب ذیل اعتراض کیا ہے:۔

"تفسیر ثنائی سے مراد اگر وہ تفسیر ہے۔ جو علم کے لحاظ سے ثنائی مصنفہ خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ ہے۔ تو صریح جھوٹ ہے۔ اور اگر تفسیر ثنائی سے مراد وہ ہے۔ جو مصنف کے لحاظ سے ثنائی ہے۔ یعنی مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم موسومہ تفسیر مظہری ہے۔ تو بھی جھوٹ ہے۔ اس میں بھی یہ فقرہ ہرگز نہیں۔ احمدی دکھائیں تو شکریہ لیں" (تعلیمات صٓ)

الجواب

ناظرین کرام! اس اعتراض میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے دو طور سے دھوکہ دیا ہے۔ اوّل۔ تو آپ نے تفسیر ثنائی کی تعیین میں "اگر مگر" لگا کر یہ بتانا چاہا ہے۔ کہ اس میں ابہام ہے۔ اور معلوم نہیں کونسی تفسیر ثنائی مراد ہے۔ حالانکہ ان سطور کے لکھتے وقت آپ بخوبی جانتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان میں تفسیر ثنائی سے مراد قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی تفسیر مراد ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ

خود لکھ چکے ہیں۔ کہ :۔

"جب ہم نے لکھا۔ کہ تفسیر ثنائی تو مصنفہ نفیر ہے۔ دکھائیے اس میں کہاں لکھا ہے۔ تو جواب ملا۔ کہ تفسیر ثنائی سے تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ مرحوم پانی پتی مراد ہے" (اخبار اہلحدیث ۱۹ ستمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۵)

نیز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود شائع فرما چکے ہیں :۔

"قال صاحب التفسیر المظہری ان اباھریرۃ صحابی جلیل القدر ولکنہ اخطأ فی ھذا التاویل" یعنی مصنف تفسیر مظہری کہہ چکے ہیں۔ کہ اگرچہ حضرت ابوہریرہ ایک عظیم الشان صحابی ہیں لیکن انہوں نے اس تاویل (آیت وان من اھل الکتاب کی تفسیر) میں خطا کی ہے"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۴)

ان ہر دو اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو معلوم تھا۔ کہ حضرت کی عبارت میں تفسیر ثنائی سے کونسی تفسیر مراد ہے۔ مگر انہوں نے خواہ مخواہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ مولوی صاحب کی یہ حرکت اور بھی مکروہ بن جاتی ہے۔ جبکہ یہ واقعہ ہے۔ کہ "حمامۃ البشریٰ" ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوتی ہے۔ اور براہین احمدیہ پنجم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تصانیف میں سے ہے۔

دوم :۔ مولوی صاحب نے اعتراض میں تفسیر مظہری کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ "اس میں بھی یہ فقرہ ہرگز نہیں" گویا آپ فقرہ اور الفاظ کا انکار کرکے اسے جھوٹ قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الفاظ کا دعویٰ تو نہ کیا تھا۔ بلکہ ایسی عبارتوں میں مفہوم مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت اس عبارت سے بھی مل سکتا ہے۔ جو ہم حمامۃ البشریٰ سے اوپر نقل کر چکے ہیں۔ یعنی تفسیر مظہری میں حضرت ابوہریرۃ کی اس تاویل کو ان کی ایک خطا قرار دیا گیا ہے۔ پس جب لفظوں کا دعویٰ ہی نہ تھا۔ بلکہ مفہوم کا دعویٰ تھا تو محض

نقرہ کا انکار کرنا محض دھوکہ ہے۔ آپ کا فرض تھا۔ کہ آپ تفسیر مظہری سے وہ عبارت لکھتے۔ جو حضرت ابوہریرہ کی اس تاویل کے متعلق ہے۔ اور پھر لکھتے۔ کہ دیکھو اس میں وہ مفہوم مذکور نہیں۔ جو حضرت مرزا صاحبؑ نے تفسیر مظہری کی طرف منسوب کیا ہے۔ آپ کا محض نقرہ سے انکار کرنا ہر دانا انسان کے لئے اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مفہوماً موجود ہے۔ اور یہ بات تو آپ خود تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ:۔

"علم بیان میں ایک مضمون مختلف عبارات اور مختلف اشاروں سے ادا کیا جاتا ہے۔ مضمون ادا کرنے والے کو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم نے اس طریق سے کیوں ادا نہیں کیا۔ ایک مضمون مختلف الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے"

(روئداد مباحثہ لدھیانہ صلا)

اب ہم ذیل میں قاضی ثناء اللہ صاحب مصنف تفسیر مظہری کے الفاظ بھی درج کر دیتے ہیں۔ جن میں انہوں نے حضرت ابوہریرہ کی تاویل کی غلطی کا ذکر کیا ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی روایت کو درج کرنے کے بعد مصنف تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

"تاویل الآیۃ بارجاع الضمیر الثانی الی عیسٰی ممنوع انما ھو زعم من ابی ھریرۃ لیس ذالک فی شیئٍ فی الاحادیث المرفوعۃ وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ ...... ولاوجہ ان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسٰی علیہ السلام"

عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ ترجمہ حسب ذیل ہے۔ ضمیر ثانی (وان من اھل الکتاب میں موتہ کی ضمیر مراد ہے۔) کا حضرت عیسٰے کی طرف راجع کرنا منع ہے یہ ابوہریرہ کا ذاتی خیال ہے۔ جو کسی مرفوع حدیث سے ثابت

نہیں۔ اور یہ تاویل صحیح ہو کیونکر سکتی ہے۔ جبکہ اِنْ مِنْ اَھْلِ الکتاب کا کلمہ ان لوگوں کو شامل ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔۔۔۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اس سے اہل کتاب کا وہ فریق مراد لیا جائے۔ جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت موجود ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ کے متعلق اہلحدیث کا خیال

موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے ہم عام طور پر یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوہریرہ کی بیان کردہ تفسیر قرآن یا فہم حدیث کا کیا درجہ ہے۔ عام قانون کے طور پر لکھا ہے:۔

(۱) "احادیث میں ایسے واقعات بکثرت آتے ہیں۔ جن کو بادی الرائے واقعہ حقہ جان جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ محض فہم راوی ہوتا ہے"

(اہلحدیث ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۳)

(۲) علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

"روایات کی صحت و عدم صحت کا مدار ہمیشہ راویوں کے اعتبار اور عدم اعتبار پر نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک واقعہ کی روایت جس سند سے بیان کی جاتی ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتبار ہوتے ہیں۔ لیکن واقعہ صحیح نہیں ہوتا۔ حدیث میں بھی اس کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں" (سیرۃ النعمان حصہ دوم صفحہ ۳۹)

(۳) سید سلیمان صاحب ندوی نے لکھا ہے:۔

"اس نکتہ کو ملحوظ نہ رکھنے کے سبب سے ظاہریہ اور عام محدثین سخت غلطی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ انہوں نے رطب و یابس اور آحاد و متواتر کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس پر ایمان لاؤ۔ مثال کے طور پر بیہقی کی کتاب[1] الاسماء والصفات دیکھو" (رسالہ اہلسنت والجماعت صفحہ ۳۳)

[1] مناظرات میں غیر احمدی مولوی صاحبان من السماء کیلئے کتاب الاسماء کو پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ اقتباس! ان کیلئے خاص طور پر قابل غور ہے۔

حضرت ابوہریرہ کے متعلق لکھا ہے :-

(۱) "فقہا میں بعض اس بات کے قائل ہیں۔ کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے سامنے جب اس مسئلہ کو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کیا۔ تو عبداللہ بن عباس نے کہا۔ اگر یہ صحیح ہو۔ تو اس پانی کے پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ جو آگ پر گرم کیا گیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت ابوہریرہ کو ضعیف الروایت نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت درایت کے خلاف تھی۔ اس لئے انہوں نے تسلیم نہیں کی۔ اور یہ خیال کیا۔ کہ سمجھنے میں غلطی ہو گئی" (اہلحدیث ۲۲ر نومبر ۱۹۲۹ء)

(۲) "حضرت ابوہریرہ مجنب شک روزہ دار کے حق میں فتویٰ دیتے تھے۔ کہ صبح ہونے سے پہلے غسل کر چکے۔ اور عائشہ صدیقہ کی روایت چونکہ مرفوع ہے۔ اسلئے بحکم اصول حدیث وہ مقدم ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام کا فعل ہے۔ اور ابوہریرہ کا فتویٰ ان کا اجتہادی ہے"

(اہلحدیث ۱۸ر جولائی ۱۹۳۰ء)

(۳) "عن ابی حسان ان رجلین دخلا علی عائشۃ فحدثا ها ان اباهریرۃ قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ فی المرأۃ والفرس والدار فغضبت غضبًا شدیدًا فقالت ما قالہ انما قال کان اھل الجاھلیۃ یتطیرون من ذالک رواہ ابن جریر"

ترجمہ۔ دو شخص حضرت عائشہ کے پاس آئے۔ اور بیان کیا۔ کہ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عورت۔ گھوڑا

اور گھر میں بدشگونی ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عائشہ سخت ناراض ہوئیں
اور فرمایا۔ کہ آنحضرت صلعم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ حضورؐ نے صرف یہ ذکر
کیا تھا۔ کہ اہل الجاہلیہ ان سے بدشگونی لیتے تھے۔" (ماثبت بالسنۃ ص۲۵)

(۴) اصول حدیث کی مشہور کتاب اصول شاشی میں جہاں راویوں کی تقسیم ہے۔ وہاں پر حضرت ابوہریرہ رضؓ کو ان ثقہ راویوں میں بیان کیا ہے۔ جن کے متعلق "دون الاجتہاد والفتوی" کے الفاظ بیان ہیں۔ یعنی ان کا اپنا اجتہاد اور فتوی قابلِ اعتناء نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی بیان کردہ خبر اگر قیاس کے مخالف ہو۔ تب بھی رد کر دی جاتی ہے۔ عربی الفاظ یہ ہیں:۔

"القسم الثانی من الرواۃ ھم المعروفون بالحفظ والعدالۃ دون الاجتہاد والفتوی کابی ھریرۃ وانس بن مالک فاذا صحت روایۃ مثلیھما عندک فان وافق الخبر القیاس فلا خفاء فی لزوم العمل بہ وان خالفہ کان العمل بالقیاس اولی۔" (اصول شاشی مطبوعہ کانپور ص۵۲)

اب ہم اس بیان کو ختم کرتے ہوئے تفسیر الصحابی کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب کے الفاظ درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"نواب صاحب (صدیق حسن خانصاحب) واقعی تفسیر صحابہ کو حجت نہ جانتے تھے۔ چنانچہ آپ کی عبارت یوں ہے۔ حاصل آنکہ حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم است (بدورہ ص۱۳۹) اسی طرح تفسیر فتح البیان کے متعدد مواضع میں نواب صاحب ایسا لکھ چکے ہیں۔ یہی مذہب محققین کا ہے جو کہا کرتے ہیں۔ قول الصحابی لیس بحجۃ۔ لیجئے جناب آپ ہے! ہم آپ کو بتادیں۔ کہ نواب صاحب مرحوم اس میں منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ

سلف سے خلف تک اس کے قائل چلے آئے۔ ہم اس جگہ ایک دو حوالے آپ کو سناتے ہیں۔ سنن ترمذی کا مقدمہ دیکھئے۔ جہاں لکھا ہے۔
الموقوف وھو ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلاً کان او منقطعاً وھو لیس بحجۃ علی الاصح و تفسیر الصحابی موقوف (مقدمہ ترمذی) یعنی صحابی کی تفسیر موقوف ہے اور موقوف حجت شرعی نہیں۔ اسی طرح نقفان میں اور اسی طرح ظفر الامانی لکھنوی میں مرقوم ہے۔ ہم آپ کی خاطر سنجد آیات کے ایک آیت بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔ وربائبکم اللّٰتی فی حجورکم اس آیت میں ذکر ہے۔ کہ تمہاری بیویوں کے پہلے خاوند سے لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں ہوں۔ وہ تم پر حرام ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ کہ جوان لڑکی جو پرورش میں نہ ہو سوتیلے باپ کا اس سے نکاح درست ہے۔ تفسیر کبیر زیر آیت موصوفہ۔ کہئے حضرت علی کی یہ تفسیر آپ کو آپ کے ہم مذہبوں کو منظور ہے؟
(اخبار اہلحدیث ۲ر اکتوبر ۱۹۳۱ء)

لہٰذا غیر احمدی علماء کا نصوص قرآنیہ کے بالمقابل وفات مسیح علیہ السلام وغیرہ مسائل میں حضرت ابوہریرہ کی نادرست تفسیر کو پیش کرنا ہرگز درست نہیں:

خدا کی مانند

ساتویں[۱] نمبر پر اس عنوان کے ماتحت مولوی صاحب نے حضرت[ع] کی عبارت ذیل نقل کرنے پر ہی اکتفا کی ہے:۔
"بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ[۵۲] کا لفظ ...

---

[۱] نمبر ۶ کا جواب نمبر اوّل میں گذر چکا ہے۔ [۵۲] جیسے یوسف کو بھی کہا گیا۔ ان ھذا الا ملک کریم۔ (سورہ یوسف) ابوالعطاء۔

آگیا ہے۔ اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔ اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں۔ خدا کی مانند۔

(اربعین ص۲۵ حاشیہ)" (تبلیغات ص۱۵)

الجواب (۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صبغة اللہ ومن احسن من اللہ صبغة ونحن لہ عابدون۔ یعنی تم اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اس کے رنگ سے بہتر رنگ کونسا ہو سکتا ہے۔ اور کہو۔ کہ ہم تو اس کے عبادت گذار ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے ترجمہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

"اصل اللہ کا رنگ ہم نے اختیار کیا ہے۔ یعنی اسکے خالص بندے بنے ہیں" (تفسیر ثنائی جلد ا ص۱۲۱)

حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالےٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ تو کیا اس آیت اور اس حدیث کا یہ منشا ہے۔ کہ خدا بن جاؤ۔ نہیں بلکہ علیٰ قدر مراتب مشابہت پیدا کرنا مراد ہے۔ اسی طرح دانیال کی پیشگوئی میں ہے۔ اس پر اعتراض کیا؟

(۲) حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ۔ (صحیح مسلم) اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ کیا اس سے شرک لازم آتا ہے۔ اگر نہیں تو دانیال کی پیشگوئی پر اعتراض کیوں؟

(۳) بائبل میں بطور استعارہ آنحضرت صلعم کی بعثت کو خدا تعالےٰ کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو استثناء ۳۳ اور انجیل متی ۲۱۔ اب اگر اس سے آنحضرت صلعم کا خدا ہونا لازم نہیں آتا۔ تو میکائیل کے لفظ پر اعتراض کیوں؟

(۴) میکائیل ایک فرشتہ کا بھی نام ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ قل من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین (بقرہ)

اب مولوی صاحب بتائیں۔ کہ وہ فرشتہ بھی خدا ہے۔ کیونکہ میکائیل کے لفظی معنے تو یہی خدا کی مانند۔ اگر ایک فرشتے کا نام میکائیل ہونے سے شرک لازم نہیں آتا۔ تو اگر مسیح موعود کی پیشگوئی میکائیل کے لفظ سے ہو جائے۔ تو اس سے شرک کس طرح لازم آگیا؟ خدارا کبھی تو غور و فکر سے بھی کام لیں؟

(۵) حیران ہوں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب خود لکھ چکے ہیں:۔

"یہ ایک انجیلی محاورہ ہے۔ کہ خدا کے نیک بندوں کو خدا کے فرزند کہا جاتا ہے۔" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

خدا کے فرزند کے معنے تو آپ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن خدا کی مانند پر معترض ہیں۔ سچ ہے۔ عداوت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ سعدی فرما گئے ہیں ؎

سبز بچشم عداوت بزرگتر عیبے است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

بہر حال مولوی صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ اور اس کو کذب یا شرک سے کوئی تعلق نہیں۔

دعویٰ خدائی

آٹھویں نمبر میں "میں خواب میں اللہ ہو گیا" کا عنوان دیکر صرف فقرہ رأیتنی فی المنام عین اللّٰہ و تیقنت انی ھو (آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴) نقل کر دیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ کہ:۔

"میں نے خواب میں دیکھا۔ میں اللہ ہوں۔ میں نے یقین کر لیا۔ کہ میں وہی ہوں۔" (تعلیمات صفحہ ۱۵)

الجواب

(۱) یہ خواب کا واقعہ ہے۔ خواب کو ظاہر پر قیاس کرنا غلطی ہے۔ حضرت یوسف نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ سورج۔ چاند اور گیارہ ستارے ان کو سجدہ کر رہے ہیں۔ (سورہ یوسف) آنحضرت صلعم نے خواب میں سونے کے کنگن ہاتھوں میں دیکھے۔ حالانکہ سونا پہننا مردوں کے لئے حرام ہے (بخاری) پھر آنحضرت صلعم فرماتے

ہیں۔ "رائت ربی فی صورۃ شاب امرد"۔ میں نے رب کو ایک نوخیز نوجوان کی صورت میں دیکھا (الیواقیت والجواہر جلد ا صفحہ ؟ و موضوعات کبیر صفحہ 26) کیا ان خوابوں پر بھی آپ معترض ہیں۔ اور انہیں ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اگر نہیں تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خواب پر کیوں معترض ہیں۔

(2) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ آئینہ کمالات اسلام میں اس رؤیا کی تعبیر اور اس کی تفسیر بیان فرمادی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"لا نعنی بھذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحاب وحدۃ الوجود وما نعنی بذالک ما ھو مذھب الحلولیین بل ھذہ الواقعۃ توافق حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعنی بذالک حدیث البخاری فی بیان مرتبۃ قرب النوافل لعباد اللہ الصالحین (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 566) ترجمہ۔ ہماری اس کشف سے وہ مراد نہیں جو وحدت الوجود والے یا حلول کے قائل مراد لیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کشف تو بخاری کی اس حدیث سے بالکل موافق ہے۔ جس میں نفل پڑھنے والے بندوں کے قرب کا ذکر ہے"

پس جب حضرت اقدسؑ نے خود تشریح فرمادی ہے۔ تو پھر بھی مخلوق خدا کو دھوکہ دینا کہاں تک جائز ہے؟

یہاں یاد رہے بخاری کی مشارٌ الیہ حدیث میں آنحضرت صلعم نے اللہ تعالےٰ کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں:-

"ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا" (بخاری کتاب الرقاق)

گویا جو تشریح اور مطلب بخاری شریف کی اس حدیث کا ہے۔ وہی حضرتؒ کے کشف کا ہے۔ تاملہ فعہ الاشکال ۔

دراصل یہ ایک فنا الفنا کا مقام ہے جس سے خشک زاہدوں کو کوئی نسبت نہیں اور نہ ان سے یہ حالات گذرتے ہیں۔ اسلئے وہ معترض ہوتے ہیں۔ ورنہ صوفیاء کے اقوال تو اس کے متعلق بکثرت شاہد ہیں شیخ فریدالدین عطار نے لکھا ہے :۔

"جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں سرتا پا حق ہی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے۔ اور سب حق کو ہی دیکھے۔ تو یہ عجب نہیں ہوتا" (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۹ بایزید بسطامی)

بزرگان سلف کے اس قسم کے حالات و اقوال کے لئے تفہیمات ربانیہ ملاحظہ فرمائیں ۔ اختصار کی خاطر ان کو چھوڑتا ہوں۔ ہاں چونکہ مخاطب اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ اسلئے مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کا قول مختصراً ذکر کر دیتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں :۔

"چوں امواج جذب و کشش رحمانی نفس کاملہ این طالب را در قعر لجج بحار احدیت فرو میکشد زمزمہ انا الحق و لیس فی جبتی سوی اللہ ازاں سر برمے زند۔ کہ کلام ہدایت التیام کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا۔ و در روایتے و لسانہ الذی یتکلم بہ حکایتے است ازاں" (کتاب صراط مستقیم صفحہ ۱۳)

(۳۳) نادان لوگ متشابہات الہام و وحی سے ہمیشہ ہی اس قسم کا غلط استدلال کیا کرتے ہیں۔ یہ صرف علماء سوء کا ہی خاصہ نہیں۔ بلکہ تمام اہل زیغ اسی راہ پر قدم مار کر مخلوق کو گمراہ کرتے رہے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں :۔

"دوسری آیت ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ

فوق ایدیھم۔ جس کے ظاہری معنے ہیں۔ کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اس پر اہل زیغ نے شور مچایا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو خود خدائی کے مدعی ہیں۔ اپنے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ بتلاتے ہیں "

(تفسیر ثنائی جلد ۲ صـ۷۵)

خدا تعالیٰ کا نزول

دسویں[1] اور گیارھویں نمبر پر مولوی صاحب نے "خدا خود اُتر آئیگا"۔ اور "خدا قادیان میں" کا عنوان دیکر البشریٰ ا صـ۵۶ سے "خدا قادیان میں نازل ہوگا" اور حقیقۃ الوحی سے مختصر عبارت نقل کی ہے جسمیں حضور ؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے۔ اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائیگا۔ جو اُس نے کبھی دکھائے نہیں۔ گویا خدا زمین پر خود اُتر آئیگا" (تعلیمات صـ۱۵-۱۶)

الجواب

حقیقۃ الوحی کی عبارت میں نزول کی تشریح موجود ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ بکثرت نشانات دکھائیگا۔ نامعلوم مولوی صاحب کو اس میں کونسا اعتراض نظر آتا ہے۔ اور انہوں نے کس طرح ان فقرات کو کذبات میں شمار کیا ہے۔

خدا تعالیٰ کا نزول رحمت و برکت کے نزول سے کنایہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ:۔

- ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حتی یبقی ثلث اللیل الآخر (بخاری و مسلم مشکوۃ کتاب الصلوۃ صـ۱۰۹)

[1] ان ہر دو نمبر کا جواب نمبر اوّل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ ابوالعطاء۔

یعنی ہر شب ہمارا خدا دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں شارحین حدیث متفق ہیں۔ کہ "نزول الرب" سے مراد اس کے فضل کا نزول ہے۔ چنانچہ لمعات میں لکھا ہے:۔

"النزول والهبوط والصعود والحركات من صفات الاجسام والله تعالیٰ متعال عنه والمراد نزول الرحمة وقربه تعالیٰ بانزال الرحمة وافاضة الانوار واجابة الدعوات واعطاء السائل ومغفرة الذنوب"

(حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی ص۱۰۹)

پھر موطا امام مالک کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے:۔

"قوله ینزل ربنا ای نزول رحمته ومزید لطف واجابة دعوة وقبول معذرة کما هو دیدن الملوك الكرماء والسادة الرحماء اذا نزلوا بقرب قوم محتاجین ملهوفین لا نزول حرکة وانتقال لاستحالة ذالك علیه سبحانه" (باب ماجاء فی ذکر الله ص۷۰)

غرض نزول الٰہی سے مراد اسکی برکات اور فیوض کا نزول شرع کا ایک محاورہ ہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر دو الہامات کا یہی مطلب ہے۔ کہ قادیان میں خدا کی رحمت کا نزول ہوگا۔ چنانچہ اس امر کی شہادت اپنے و بیگانے دے رہے ہیں۔ قادیان کو رحمت الٰہی اور انوار آسمانی کا مہبط بنایا گیا ہے۔ ایسا ہی نشانات کی کثرت نزول الرب کی ظاہری علامت ہے۔ پس ان ہر دو الہامات میں بھی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اور ان کا کذبات سے کوئی تعلق نہیں۔ اب ہم اس باب کے جملہ اعتراضات کے جوابات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ الحمد للہ؛

باب سوم

نشانات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالےٰ جب کسی انسان کو اپنی قدرت نمائی کے لئے منتخب فرماتا ہے۔ تو اس کی تائید و نصرت کے لئے آسمانی و زمینی نشانات بھی ظاہر فرماتا ہے۔ اسکی کلام میں تاثیر اور اس کے کاموں میں برکت پیدا کرتا ہے۔ اس کے دشمنوں کو ناکام اور اس کے متبعین کو فائز المرام کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ مخالفین کو چشم بصیرت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ صدہا نشانوں کے ہوتے ہوئے بھی یہی کہے جاتے ہیں۔ یاھود ما جئتنا ببینۃ (ھود ع) اے ہود تیرے پاس کوئی نشان نہیں۔ لولا نزل علیہ آیۃ من ربہ (انعام ع) خدا کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کوئی نشان کیوں ظاہر نہیں ہوتا۔ آسمان و زمین میں نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان پر سے ایسے گذر جاتے ہیں۔ کہ کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون (یوسف ع) سو افسوس ان پر اور ان کے فہم پر۔

اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ خداوند تعالےٰ نے آپ کی تصدیق کے لئے آسمانوں میں بھی نشان ظاہر کئے۔ کسوف و خسوف اور ستارہ

ذوالسنین کا طلوع موعود نشان تھے۔ زمین نے بھی آپ کی گواہی دی۔ طاعون۔ زلازل۔ وبائیں قحط۔ نہروں کا بکثرت نکلنا۔ مطابع کی کثرت وغیرہ وغیرہ امور حیرتناک طور پر ظاہر ہوئے۔ آپ کی تائید و نصرت غیر معمولی طریق پر ہوئی۔ آپ کو بے نظیر قبولیت دی گئی۔ سینکڑوں پیشگوئیاں روز روشن کی طرح پوری ہوئیں۔ مگر منکرین حق نے یہی کہا۔ کہ ان کے نشانات پورے نہیں ہوئے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس عنوان اور اس باب کا یہی منشاء ہے۔ چونکہ ہمیں اختصار منظور ہے۔ اس لئے ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات کے تفصیلی تذکرہ کو چھوڑ کر انہی امور کا ذکر کرینگے جن پر مولوی صاحب نے اعتراض کیا ہے۔

مسیح موعودؑ اور غلبہ اسلام

اس باب کے نمبر ۱ اور ۲ میں مولوی صاحب نے براہین احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۸ اور چشمہ معرفت صفحہ ۸۳ کے حوالہ سے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ کہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اسلام کو غلبہ دیا جائیگا۔ اور تمام قومیں گویا ایک ہی قوم کی طرح ہو جائینگی۔ ان عبارتوں کے بعد آپ کے اعتراض کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"ناظرین کیا ایسا ہو گیا۔ کہ تمام اقوام دنیا اس مدعی مسیح موعود کے وقت میں ایک ہی قوم بن گئیں؟ فیصلہ با انصاف ناظرین کے ہاتھ ہے۔" (تجلیات صفحہ ۱۶)

الجواب

فیصلہ بالکل آسان ہے۔ "مسیح موعودؑ کے زمانہ" میں وحدت مذہبی ہونی مقدر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے مولوی صاحب نے یہی ثابت کیا ہے۔ اب حل طلب امر یہ ہے۔ کہ "مسیح موعودؑ کے وقت" سے کتنا عرصہ مراد ہے۔ اور کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن کی تحریر پر مولوی صاحب کے اعتراض کی بنا ہے اس غلبہ کے لئے کوئی مدت مقرر کی ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے

مندرجہ ذیل حوالجات بغور ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) "مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اسکے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے۔ اور اس کی تعلیم پر قائم رہیں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا بر عائت منہاج نبوت ضروری ہے"
(تریاق القلوب طبع دوم صفحہ ۳۷۵)

(۲) "میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد میں۔ ہاں میں خیال کرتا ہوں۔ کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی عین حیات میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا۔ کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلا دیا۔ اور پھر بعد ان کے ترقیاں ظہور میں آئیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور ہر ایک اسود اور احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ مگر آپ کی حیات میں احمر یعنی یورپ کی قوم کو تو اسلام سے کچھ بھی حصہ نہ ملا۔ ایک بھی مسلمان نہیں ہوا۔ اور جو اسود تھے۔ ان میں سے صرف جزیرۂ عرب میں اسلام پھیلا۔ اور مکہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ سو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا۔ مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے بار بار یہ وحی قرآنی ہو چکی ہے۔ واِمّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ اس سے مجھے یہی امید ہے۔ کہ کوئی حصہ کامیابی کا میری زندگی میں ظہور میں آئیگا" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۹ طبع ۱۹۲۲ء)

(۳) "خدا تعالےٰ نوی نشانوں کے ساتھ ان (نبیوں) کی سچائی ظاہر

کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو دنیا میں وہ پھیلانا چاہتا ہے۔ اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل انہیں کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں" (الوصیت ص۵)

(۴) "یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہ اتریگا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مرینگے۔ اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہیگی۔ وہ بھی مریگی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسےٰ بن مریم کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیگی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا۔ کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہ ہو گی۔ کہ عیسےٰ کا انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دینگے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے کے لئے آیا ہوں۔

سویرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور وہ بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔
اور کوئی نہیں۔ جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۶۵)

ان عبارتوں سے واضح ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود کے زمانہ میں جس وحدت قومی کا ذکر فرمایا ہے۔ اور غلبۂ اسلام کے ظہور کا جو وقت بتایا ہے۔ اس کے لئے حضور نے خود ہی تین صدیاں مقرر کی ہیں۔ لہذا اس سے قبل اس کی تکذیب کرنا سراسر جہالت ہے۔

جماعت احمدیہ کی ترقی بتا رہی ہے۔ کہ یقیناً یقیناً تین صدیوں کے اندر اندر یہ تمام ظہور پورے طور پر ظہور پذیر ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اے کاش! ہمارے مخالفوں کو روحانی ظہور پر اتنی ہی بصیرت مل جاتی۔ جس سے وہ ظاہری دنیا میں بڑے چھوٹے سے بیج بن بنتے۔ شاخیں اور تنے دیکھ سکتے ہیں۔ تو وہ جماعت احمدیہ کے مستقبل کو دوربین آنکھ سے دیکھتے۔ آیت قرآنی اولا یرون انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون ہمارے دعویٰ پر شاہد ناطق ہے۔

مسیح موعود اور اونٹ

قرآن مجید اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں نئی نئی سواریوں کی وجہ سے اونٹوں کی قدر نہ رہے گی۔ اور ان سے سعی (دوڑنے) کی خدمت نہ لیا جایا کریگی۔ کیونکہ اس سے تیز رفتار سواریاں نکل آئیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب شہادت القرآن اور اعجاز احمدی کی دو عبارتیں نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

"احمدی دوستو! کیا مکہ مدینہ کے درمیان مرزا صاحب کی زندگی میں یا بعد ان کے ریل جاری ہوئی۔ کیا راجپوتانہ۔ بلوچستان۔ مارواڑ۔ سندھ۔ عرب مصر اور سوڈان وغیرہ ممالک میں اونٹ بیکار ہو گئے۔" (تجلیات ص۱۹)

الجواب احادیث میں کسی ملک کا نام نہیں آیا۔ بلکہ عام پیشگوئی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس پیشگوئی کو مطلق ہی قرار دیا ہے۔ کسی ملک سے مخصوص نہیں فرمایا۔ ملاحظہ ہو:۔

(۱) "قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا۔ کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہو گی۔ جو آگ سے چلیگی۔ اور انہی دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائینگے۔ اور یہ آخری حصہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ **سو وہ سواری ریل ہے۔ جو پیدا ہو گئی**"

(تذکرۃ الشہادتین صــ۲۳)

(۲) "اب ظاہر ہے کہ چاروں علامتیں ظہور میں آچکی ہیں۔ چنانچہ مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا۔ اور اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے۔ اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گذر گئے ہیں۔ اور خسوف و کسوف پر بھی کئی سال گذر چکے ہیں۔ اور اونٹوں کی جگہ ریل کی سواری بھی نکل آئی"

(تحفہ گولڑویہ صــ۵۵ حاشیہ طبع دوم)

(۳) "خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں لکھا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں زمین پر بکثرت نہریں جاری ہونگی۔ کتابیں بہت شائع ہونگی۔ جن میں اخبار بھی شامل ہیں۔ اور اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئیں۔ اور اونٹوں کی جگہ ریل کے ذریعہ سے تجارت شروع ہو گئی"۔ (لیکچر سیالکوٹ صــ۹)

(۴) "اسی طرح ایک نئی سواری جس کی طرف قرآن شریف اور حدیثوں میں اشارہ تھا۔ وہ بھی ظہور میں آگئی۔ یعنی سواری ریل جو اونٹوں کے قائم مقام

ہو گئی " (ضمیمہ براہین پنجم ص۱۸۳)

ہر دو مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ مطلق اونٹوں کی بیکاری کی پیشگوئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مطلق طور پر ہی اس کا پورا ہونا مراد لیا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب کی منقولہ عبارت از شہادۃ القرآن میں بھی لکھا ہے:-

"ماحصل مطلب یہ تھا۔ کہ اس زمانہ میں ایسی سواری نکلے گی۔ کہ اونٹ پر بھی غالب آجائیگی۔ جیسا کہ دیکھتے ہو۔ کہ ریل کے نکلنے سے قریباً تمام کام جو اونٹ کرتے تھے۔ اب ریلیں کر رہی ہیں۔ پس اس سے زیادہ صاف اور منکشف اور کیا پیشگوئی ہو گی " (تعلیمات ص۱۸)

لہٰذا مولوی صاحب کا مخصوص مقامات کے متعلق استفسار در حقیقت پیشگوئی کی حقیقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ عام طور پر غیر احمدیوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا کیا گیا ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کے وقت اونٹ کلیتہً بےکار اور رائگاں ہو جائیں گے۔ حالانکہ یہ مفہوم صریح طور پر آیات قرآنیہ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً اور ربنا ما خلقت ھذا باطلاً کے برخلاف ہے۔ اونٹ خدا کی ایک مخلوق ہے۔ اور بہر حال ایک کارآمد چیز ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب لیترکن القلاص فرمایا۔ تو اس کا مطلب کلی متروک ہونا نہیں تھا۔ چنانچہ اسی لئے حضور علیہ السلام نے " فلا یسعیٰ علیھا " فرما کر اس ترک کی تشریح فرما دی۔ کہ تیز رفتاری میں متروک ہوگا۔ چنانچہ اب دیکھ لو کہ تیز رفتاری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہوتے۔ بلکہ جہاں تیز رفتاری منظور ہوتی ہے۔ وہاں پر سائیکل۔ موٹر سائیکل۔ موٹر کاریں ریل اور ہوائی جہازوں وغیرہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اونٹوں کا استعمال جہاں بھی ہے قریباً باربرداری کے لئے رہ گیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی نمایاں طور پر پوری ہو گئی۔ مکہ اور مدینہ میں بھی موٹریں جاری ہیں۔ عام طور پر حاجی موٹروں پر سفر کرتے ہیں۔ راجپوتانہ

بلوچستان - مارواڑ اور سندھ وغیرہ میں بھی تیز رفتاری کے لئے ریل یا موٹر ہی مستعمل ہوتی ہے۔ بلکہ ان علاقوں میں اکثر بار برداری بھی ریلوں کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ ہاں اونٹوں کی نسل کا موجود رہنا۔ اور ان سے بھی بار برداری کا کام لینا نہ پیشگوئی کے خلاف ہے۔ اور نہ ہی اس بنا پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جائے ظہور ہندوستان ہے۔ اسلئے اس پیشگوئی کا ظہور بھی وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ دنیا کی مسافت کا بیشتر اور اکثر حصّہ اونٹوں کے بغیر طے ہوتا ہے۔ اور تیز رفتاری میں تو اونٹ بالکل متروک ہو چکے ہیں۔ حتیٰ کہ اب مشہور بادیہ "الشام" بھی موٹروں کے ذریعہ ہی عبور کیا جاتا ہے۔ عراق۔ شام۔ فلسطین۔ اور دیگر بلاد عربیہ میں بھی ریل اور موٹر کا رواج غالب ہو چکا ہے۔ میں یہ سطور لکھ چکا تھا۔ کہ آج کے تازہ اخبار فلسطین میں موٹروں کی عام[1] ہڑتال کا ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب اخبار کے مندرجہ ذیل الفاظ نظر پڑے :-

"لقد نزحت الجمال الا اقلها الی الصحراء منذ راءت وجه السیارات فلتستردها لنا الحکومۃ اذا شاءت ان یستمر الاضراب وان لا یخرب البلد"

(جریدہ فلسطین ۷ نومبر ۱۹۳۱ء)

کہ اونٹ قریباً سب کے سب صحراؤں میں چلے گئے ہیں۔ جب سے موٹریں آئی ہیں۔ اب اگر حکومت یہ چاہتی ہے۔ کہ ہڑتال جاری رہے۔ اور شہر ویران نہ ہوں۔ تو وہ ان اونٹوں کو واپس لاوے"

اسی اخبار میں بغداد۔ حیفا ریلوے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

---

[1] یہ ہڑتال قریباً ایک عشرہ کے بعد ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء کو ختم ہو گئی۔ ابو العطاء +

"و قد مکنت الاستعدادات من تسہیل نقل الطعام والمستودعات والخیام و تنقل الرجال فی قطر لم یکن یعرف غیر الجمال اداۃ للتنقل علی سطحہ"

(جریدہ فلسطین ۳ر نومبر ۱۹۱۳ء)

مکہ مدینہ کے درمیان ریل اور مولوی صاحب کی خیانت

اگرچہ مولوی صاحب نے اس باب کے شروع میں وعدہ کیا تھا۔ کہ "ہم ان (حضرت کے حوالجات) کو بلا تاویل و تحریف اصلی صورت میں پیش کرتے ہیں" (صـ۶) مگر افسوس کہ انہوں نے خاص وعدہ کے باوجود اہلحدیث کے "خصوصی عیب" سے اجتناب اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ اس باب کے نمبر سوم اور چہارم میں جس کا جواب ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ جہاں آپ نے اعجاز احمدی کی عبارت درج کی ہے۔ وہاں لکھتے ہیں:۔

"یہاں تک کہ عرب و عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے اپنے پرچوں میں بول اٹھے۔ کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو **ریل تیار ہوئی ہے**۔ یہ بھی اس پیشگوئی کا ظہور ہے" (تعلیمات صـ۱۹)

حالانکہ اعجاز احمدی کی عبارت میں الفاظ "**ریل تیار ہو رہی ہے**" ہیں۔

یاد رہے۔ کہ یہ اڈیٹران اخبار کا مقولہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نقل کیا ہے۔ اور اس وقت ریل تیار بھی ہو رہی تھی۔ اسلئے اس کی بناء پر حضرت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے ریل کے علاوہ اب موٹریں جاری کر دی ہیں۔ ان فی ذالک لعبرۃ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

مسیح موعود کا زمانہ دعویٰ

پانچویں اور چھٹے نمبر میں مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ مسیح موعود کا بعد دعویٰ چالیس سال رہنا ایک حدیث سے ثابت ہے (تحفہ گولڑویہ صـ۱۲) اور حضرت مسیح موعود نے سنہ ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ

کیا۔ اور ۱۳۲۶ھ میں فوت ہو گئے۔ گویا "بعد دعویٰ ۲۶ سال رہے"۔ (تعلیمات صفحہ ۲)

الجواب احادیث میں مسیح موعود کی دعویٰ کے بعد عمر کے مختلف اندازے بیان ہوئے ہیں۔ کسی جگہ نو سال کسی جگہ انیس سال اور کسی جگہ چالیس سال عمر بتائی گئی ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ کی منقولہ عبارت میں ایک حدیث کے بیان کو ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ ان تمام روایات میں تطبیق دیتے ہوئے جیسا کہ محدثین بھی اس طرف گئے ہیں۔ ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ مختلف عمریں مختلف اعتبارات سے ہیں۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۲۹۰ھ سے قبل ہی سلسلۂ الہامات شروع ہو چکا تھا۔ براہین احمدیہ کی اشاعت سے بھی قریباً چھ سات سال بیشتر کشوف۔ رؤیا اور اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہو رہا تھا۔ اور ۱۲۹۰ھ کے آنے پر حضور علیہ السلام ماموریت کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے۔ جیسا کہ حضورؑ نے خود تحریر فرمایا ہے:۔

"یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک بارہ سو نوّے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹)

اس حساب سے سلسلۂ الہام کی عمر چالیس سال ہوتی ہے۔ اور اگر صرف ماموریت کے الہامات سے ہی ابتداء مانی جاوے۔ تو بھی ۳۷ سال کے قریب بن جاتے ہیں۔ اور عربی کے عام دستور کے مطابق کسروں کو حذف کر کے اسے اربعین (چالیس سال) کہنا بھی درست ہے پس اگر براہین احمدیہ کے الہامات سے ہی دعویٰ کی ابتداء ہو۔ تو بہر صورت چالیس برس بن جاتے ہیں۔ لہٰذا اعتراض کرنا غلطی ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود کا دعویٰ ماموریت تو جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ۱۲۹۰ھ سے ہے اسلئے یہ کہنا کہ آپ نے ۱۳۰۰ھ میں دعویٰ کیا درست نہیں ہے۔ ازالہ اوہام میں حضرتؑ نے اپنے نام "غلام احمد قادیانی" کے اعداد ۱۳۰۰ بتائے ہیں۔ اور ۱۳۰۰ھ میں آپ

بہر حال مامور تھے۔ کیونکہ اس سے دس سال پہلے مامور ہو چکے تھے۔ اور خود ازالہ اوہام کی اس عبارت کا ابتدا یوں ہے:۔

"اس عاجز نے اس طرف توجہ کی۔ کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے۔ ایک یہ بھی منشاء ہے۔ کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶)

ہاں یہ یاد رکھنے کے قابل امر ہے۔ کہ "صدی کے شروع یا سر" کے محاورہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تحریر فرمایا ہے:۔

"چونکہ آخر صدی کا یا مثلاً آخر ہزار سال اس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے جو اس کے بعد شروع ہونے والا ہے۔ اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے۔ اس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے۔ کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصے کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم میں ہے۔ دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ اطلاق کر دیتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں مجدد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا۔ گو وہ گیارھویں صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا ہو۔ یعنی گیارھویں صدی کے چند سال پہلے اس نے ظہور کیا ہو" (تحفہ گولڑویہ طبع اوّل حاشیہ صفحہ ۹۲)

پس ان دو نمبروں میں بھی مولوی صاحب جو اعتراض کرنا چاہتے تھے۔ وہ غلط اور باطل ثابت ہوا۔

دانیال کی پیشگوئی اس باب کے نمبر ۷ و ۸ میں آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی اور تحفہ گولڑویہ سے دو عبارتیں نقل کر کے یہ بتانا چاہا ہے۔ کہ دانیال نبی کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مرزا صاحب کو ۱۳۳۵ھ میں فوت ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ آپ ۱۳۲۶ھ میں انتقال فرما گئے۔ اس لئے آپ سچے نہیں۔

الجواب اوّل۔ دانیال کی پیشگوئی کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔
"جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی۔ اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے۔ قایم کی جائیگی۔ ایک ہزار دوسو نوّے دن ہونگے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے" (دانیال 12 / 11-12)

اس میں اس موعود کی آمد کو ۱۲۹۰ اور ۱۳۳۵ کے درمیان قرار دیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی کے مطابق ظاہر ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس سے وفات کے متعلق اعتراض کرنا غلط ہے:۔

دوم۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کو جس غرض سے ذکر کیا ہے۔ وہ حضور کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"اب دیکھو اس پیشگوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دی گئی۔ اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمانداری ہے؟"

(تعلیمات صفحہ ۲ بحوالہ تحفہ گولڑویہ)

گویا آپ اس پیشگوئی سے وفات کی تاریخوں یا سالوں کا استدلال نہیں کر رہے بلکہ عمومی رنگ میں استنباط ہے۔ کہ مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔

سوم۔ دانیال کی پیشگوئی اور تحفہ گولڑویہ کے الفاظ میں اس مدت کی انتہا "نبی آخرالزمان کے ظہور سے" بتائی گئی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا ظہور تاریخ ہجری سے تیرہ سال اور بعض کے نزدیک دس سال قبل ہوا تھا۔ اس لحاظ سے جب ۱۳۲۶ ہجری تھا۔ تو آنحضرت صلعم کے ظہور پر ۱۳۳۵ برس بہر حال گذر چکے تھے۔ اندریں[1]

---

[1] اگر اس پیشگوئی کو زندہ رہ کر کام کرنے پر ہی محمول کیا جاوے۔ ابوالعطاء۔

صورت تحفہ گولڑویہ کی عبارت میں لفظ "ہجری" عام طریق کے مطابق لکھا گیا ہے۔ دلیں۔ اس توجیہہ کی صورت میں ابتداء اس کشف سے ہوگی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کی تصنیف اور اسلام کے احیاء کے متعلق ۱۸۶۸ء کے قریب دیکھا تھا۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۳۸)

چہارم۔ حقیقۃ الوحی ص۲۰۰ کے الفاظ:۔

"پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے جو خدا تعالیٰ کے اس نشان سے مشابہ ہے۔ جو میری عمر کی نسبت ہے۔"

کا ایک جواب تو جواب سوم میں آگیا۔ گویا ۱۳۲۶ھ میں ظہور نبی پر ۱۳۳۵ برس بھی گذر چکے تھے۔ اور حضور کی موعود عمر بھی اتنی تھی۔ لہذا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ دوسرا جواب اگر سن ہجری پر ہی اصرار کیا جاوے۔ یہ ہے۔ کہ اس عبارت میں حضرت نے "مشابہ" کا لفظ رکھا ہے۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں ۱۳۳۵ میں فوت ہوں گا۔ اور مشابہ کے لئے عینیت شرط نہیں۔ بلکہ نوع من التقارب ضروری ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اگرچہ بائیبل محرف ومبدل ہے۔ مگر دانیال کی اس پیشگوئی کے مطابق واقعات ظاہر ہونے سے اس میں اہل دانش کے نزدیک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر زبردست دلیل ہے۔ بلکہ میں کہوں گا۔ کہ اس پیشگوئی میں مسیح موعود کے زمانہ کی اس سے زیادہ توضیح موجود ہے۔ جو عام طور پر پیشگوئیوں میں ہوا کرتی ہے۔

مسیح موعود اور حج

نویں اور دسویں نمبر میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذیل کی عبارتیں درج کی ہیں:۔

(۱) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کو ایک امتی ٹھہرایا۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے اس کو دیکھا۔" (ازالہ اوہام ص۱۹۱)

(۲) "فی الحقیقت ما را منتے حج راست و دیبا آید۔ کہ دجال اکفر ودجل

درست باز داشتنہ ایماناً و اخلاصاً در گرد کعبہ بگردد۔ چنانچہ از فرار حدیث مسلم عیاں مے شود۔ کہ جناب نبوت انتساب (صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ) دیدند۔ دجال و مسیح موعود آں واحد طواف کعبہ مے کنند۔"

(ایام الصلح فارسی صفحہ ۱۳۷)

ان عبارتوں کے بعد اپنا اعتراض بایں الفاظ درج کیا ہے :۔

"صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ کہ مسیح موعود حج کریگا۔ مرزا صاحب اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے حج نہیں کیا۔ حالانکہ مسیح موعود کو حج کرنا لازمی ہے۔ جیسا کہ ان کو خود مسلم ہے۔" (تعلیمات صفحہ ۲۱)

الجواب ہر دو عبارتیں بتا رہی ہیں۔ کہ مسیح موعود کا حج کرنا ایک کشفی واقعہ تھا۔ چنانچہ ایام الصلح کی عبارت نہایت واضح ہے۔ ازالہ اوہام کی عبارت اگرچہ تقطیع کلاں اور تقطیع خورد کے صفحہ ۹۸ سے نہیں ملی۔ لیکن بہرحال اس میں بھی طواف کعبہ کو رؤیا بتایا گیا ہے۔ ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود مسلم شریف اور بخاری شریف کی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں :۔

"اس حدیث میں جو متفق علیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے مسیح ابن مریم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اس بیان سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ مسیح ابن مریم اور مسیح دجال کا مدعا و مقصد ایک ہی ہو اور وہ دونو صراط مستقیم پر چلنے والے اور اسلام کے پیچھے تابع ہوں۔ حالانکہ دوسری حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دجال خدائی کا دعویٰ کریگا۔ پھر اس کو خانہ کعبہ کے طواف سے کیا کام ہے۔ اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ ایسے الفاظ و کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے یہ تو درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں جن

کی تعبیر و تاویل کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے۔ سو اس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ طواف لغت میں گرد گھومنے کو کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں۔ کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے وقت میں اشاعتِ دین کے کام کے گرد پھرینگے۔ اور اس کا انجام پذیر ہو جانا چاہیں گے۔ ایسا ہی مسیح دجال بھی اپنے ظہور کے وقت اپنے فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھریگا۔ اور اس کا انجام پذیر ہو جانا چاہے گا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۵-۸۶ طبع سوم)

اس طویل اقتباس سے عیاں ہے۔ کہ احادیث میں جہاں مسیح موعود کے طوافِ خانہ کعبہ کا ذکر ہے۔ اس سے مراد اشاعت دین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی مراد لی ہے۔ لہذا مولوی ثناء اللہ صاحب یا کسی اور کا ہرگز یہ حق نہیں۔ کہ ان عبارتوں کی بناء پر ظاہری حج نہ کرنے کی وجہ سے اعتراض کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو حج مسیح موعود کے لئے مسلم ہے۔ اس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔ اور یہ حج (اشاعت دین حنیف) ایسے بے نظیر طریق پر حضرت کو میسر آیا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی لکھا ہے۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ کہ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ . . . . اور اس کا مولف (حضرت مسیح موعود) اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی وحالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا۔ جس کی نظیر پہلے زمانے میں بہت ہی کم پائی گئی ہے"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶-۹)

لہذا مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

مسیح موعود کے طوافِ کعبہ کی یہ تاویل کہ وہ خدمتِ اسلام کریگا۔ علماء کے درمیان

ایک مشہور تعبیر ہے۔ لکھا ہے :-

"یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ کہ دجال کافر ہے۔ اس کو طواف سے کیا کام۔ جواب اس کا یہ دیا ہے علماء نے کہ ایک روز ہوگا۔ عیسیٰ گرد دین کے پھرینگے واسطے قائم کرنے دین کے اور درستی کرنے خلل و فساد کے اور دجال بھی پھریگا گرد دین کے بقصد خلل اور فساد ڈالنے کے دین میں کذا قال الطیبی" (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۳۲۶)

نوٹ ١ :- یہی مضمون بعینہٖ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے :- (١) مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ (۲) مشکوٰۃ مطبع مجتبائی صفحہ ۴۷۶ حاشیہ (۳) مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۲۰۹ ۔

الغرض جملہ اُمّت محمدیہ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود کے طواف خانہ کعبہ کے جو معنے کئے ہیں۔ ان کی رُو سے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ فاندفع الاشکال ۔

فسخ الروحاء مولوی صاحب کے پیش کردہ اعتراضات کا جواب دینے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس امر کی وضاحت کریں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حج نہ کرنے سے آپ پر کوئی الزام نہیں آتا۔ کیونکہ حج از روئے شریعت اسلامی ان فرائض میں سے ہے۔ جو مخصوص شرائط کی موجودگی میں واجب ہوتے ہیں۔ جیسے زکوٰۃ ہے۔ یہ بھی اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ہے۔ مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں فرمائی۔ کیونکہ حضور کے پاس کبھی مال سال بھر جمع ہی نہیں رہا۔ تا زکوٰۃ فرض ہو۔ اسی طرح حج کے لئے بھی شرائط ہیں۔ قرآن مجید نے من استطاع الیہ سبیلا فرمایا ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس کی تفسیر میں سواری اور زاد راہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور بعض بزرگوں نے صحت کو بھی لازمی شرط قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابو سعود زیر آیت ہذا) ۔ آنحضرت صلعم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عملاً بتایا ہے۔ کہ امن راہ[1] بھی شرط ہے۔ ان شرائط

[1] یہ شرط اہلحدیث کو بھی مسلّم ہے۔ دیکھو اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۷ جون ۱۹۲۱ء صفحہ ۹ ۔ اہل علم اس فرم[illegible]

کے فقدان کی صورت میں حج فرض نہیں ہوتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر امن راہ نہ ہونے صحت کی کمزوری کے باعث نیز زادراہ بصورت نقد جمع نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض نہ تھا۔ لہذا آپ کا حج نہ کرنا مورد اعتراض نہیں۔ ہاں آپ کی طرف سے تطوعاً حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کے ذریعہ سے حج کروایا گیا تھا۔

اس موقعہ پر ممکن ہے۔ کہ مخالف لوگ وہ حدیث پیش کریں جس کے الفاظ یہ ہیں والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحا (مسلم) اور کہیں کہ اس سے ثابت ہے۔ کہ مسیح موعود ضرور حج کریگا۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو فج الروحا میقات نہیں۔ لیس بمیقات (اکمال شرح مسلم جلد ۳ صفحہ ۳۹۸) مسیح اس جگہ سے کس طرح احرام باندھیگا۔ کیا وہ نئی شریعت قائم کرے گا۔ دوسرے درحقیقت اس کشف کا ذکر ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم نے وادی فج الروحا میں مسیح بن مریم کو تلبیہ کہتے سنا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے۔ کہ وادی الازرق میں آنحضور علیہ السلام نے حضرت موسے کو لبیک لبیک کہتے سنا۔ اور وادی ہرشی میں حضرت یونس کو سرخ اونٹنی پر تلبیہ کہتے۔ اور حج کے لئے جاتے دیکھا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۸ بسلم کتاب الحج) گویا اسی طرح حضور نے فج الروحا میں مسیح کو لبیک لبیک کہتے سنا۔ یہ ایک زمانہ ماضی کا کشفی واقعہ ہے۔ آنے والے مسیح موعود سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔ لیھلن میں نون تاکید کے ذریعہ اس وقت کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ آیت وان منکم لمن لیبطئن اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں ہے۔

ہمارے اس بیان کی تصدیق حضرت ابوموسیٰ کی اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس میں لکھا ہے:۔

" قال ابو موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم انہ

مرّ بالصخرة من الروحاء سبعون نبیاً حفاةً علیہم العباء یؤمون البیت العتیق" یعنی ابو موسیٰ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وادی الروحاء میں سے ستّر نبی ننگے پاؤں چادریں اوڑھے گذرے۔ جو کہ بیت اللہ کا قصد (بہ نیت حج) کرتے تھے۔

(شرح التعرف مٹ قلمی)

معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک مسیح بن مریم بھی تھے۔ یا ان کو کبھی علیحدہ اس جگہ سے تلبیہ کہتے سنا ہے۔ اور اس کا حضورؐ نے ذکر فرمایا ہے۔ جب اس حدیث کا مسیح موعود علیہ السلام کے حج سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ تو اس کے ذریعہ سے حضرت اقدسؑ پر اعتراض کرنا بھی غلطی ہے۔

محمدی بیگم کا نکاح اور مرزا سلطان محمد کی موت

اس باب کے ۱۱-۱۲-۱۳ میں مولوی صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح اور مرزا سلطان محمد کی موت کی پیشگوئی کو ذکر کیا ہے۔ اس پیشگوئی کے متعلق احمدیہ لٹریچر میں بہت مبسوط بحث ہو چکی ہے۔ ہم نے کتاب تفہیمات ربانیہ فصل دہم میں بفضلہ تعالیٰ اس کے تمام پہلوؤں پر سیر کُن بحث کی ہے۔ من شاء التفصیل فلیرجع الیہ۔ لیکن تاہم اس جگہ بھی مختصراً جواب دینا ضروری ہے۔ جیسے ہم قولہ و اقول کے طرز پر لکھتے ہیں۔ قولہ سے مراد مولوی ثناء اللہ صاحب کا اعتراض اور اقول سے ہمارا جواب مراد ہے۔

قولہ: "جناب مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی کی بابت کہا تھا۔ کہ میرا اس کا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۲) اس کی بابت فرماتے ہیں۔ کہ آسمانی منکوحہ میرے نکاح میں ضرور آئیگی" (تجلیات ص۱۱)

اقول: تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۲ عبارتؐ میں ساتھ ہی لکھا ہے۔ کہ اس کے ظہور کے

ؐ اس عبارت کے الفاظ یہ ہیں۔ "یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا۔ کہ اس عورت کا آسمان پر میرے

لئے ایک شرط بھی تھی۔ آپ نے اپنے "مخصوص عیب" کی بناء پر ایک حصہ کو چھوڑنا ضروری سمجھا ہے بے شک حضرت اقدس ؑ نے محمدی بیگم کا اپنے نکاح میں "آنا ضروری بیان فرمایا ہے۔ اسے اٹل قرار دیا ہے۔ مگر کس صورت میں؟ جبکہ سلطان محمد کی موت واقع ہو جاوے۔ (دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بار دوم۔ کرامات الصادقین) اگر یہ صورت پیدا ہو جاتی۔ اور نکاح نہ ہوتا۔ تو بے شک خدا کا کلام باطل ٹھہرتا۔ مگر جب سلطان محمد کی موت ہی واقع نہ ہوئی۔ تو یہ اعتراض کرنا خلاف دیانت ہے۔ بالخصوص اس شخص (مولوی ثناء اللہ) کے لئے جو اپنے قلم سے لکھ چکا ہے:۔

"ایک اور صاحب (سلطان محمد) بھی جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے ان کی بیوی سے نکاح کرنا تھا۔ جس کی مدت حسب شہادۃ القرآن مرزا صاحب ۲۱ اگست ۱۸۹۳ء[1] کو پوری ہو گئی ہے۔ نہیں مرے" (رسالہ الہامات مرزا ص۲۸ طبع ششم)

پس جب تک موت واقع نہ ہوتی۔ نکاح کا ہونا نہ صرف یہ کہ ضروری نہ تھا۔ بلکہ خلاف پیشگوئی تھا۔ لہذا آپ کا اعتراض غلط ہے۔

قولہ:۔ حدیث کا فقرہ یتزوج ویولد لہ کو مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح پر چسپاں کیا ہے۔ ایسا نہیں ہوا۔ (ملخصاً)

اقول:۔ اوّل محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرطی

بقیہ حاشیہ:۔ ساتھ نکاح پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا۔ خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی۔ جو اسی وقت شائع کی گئی تھی۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۳ رسالہ الہامات مرزا ص۶۹)

[1] ۱۸۹۳ء کی بجائے ۱۸۹۴ء چاہیئے تھا۔ ابوالعطاء۔

قرار دیا ہے ۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۱ حاشیہ) آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹ ۔ انجام آتھم صفحہ ۲۲۳ و تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲) اب اگر یتزوج و یولد لہٗ کو اس نکاح سے ہی متعلق قرار دیا جاوے ۔ تو پھر حدیث کو بھی مقید ماننا چاہیئے ۔ اور اذا فات الشرط فات المشروط ۔

دوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یتزوج و یولد لہٗ کا مصداق سیدہ نصرت جہاں بیگم (حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا) کے نکاح اور اپنی موجودہ اولاد کو قرار دیا ہے ۔ دیکھو (۱) اربعین ۲ صفحہ ۳۱ حاشیہ (۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲ (۳) آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۹ حاشیہ ۔ اگر کہو کہ پہلے اس پیشگوئی کا اور مصداق قرار دیا ۔ اور بعد ازاں اور ۔ تو اس کا جواب صحیح بخاری کی اس حدیث میں موجود ہے ۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

" رایت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب "

(بخاری کتاب الرؤیا جلد ۴ صفحہ ۱۵۵)

کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایسی جگہ ہجرت کر رہا ہوں ۔ جہاں پر کھجوریں ہیں ۔ میرا خیال تھا کہ وہ جگہ یمامہ یا ہجر ہوگی ۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مدینہ یثرب تھی ۔

اگر اس جگہ کوئی اعتراض نہیں ۔ اور فی الواقع نہیں ۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ۔

قولہٗ " بعض قادیانی مناظر کہا کرتے ہیں ۔ نکاح تب ہوتا ۔ جب منکوحہ کا خاوند مرا (سلطان محمد ساکن پٹی مرتا ۔ جب وہی مرزا کی زندگی میں نہ مرا ۔ تو نکاح کیسے ہوتا ۔ اس کا جواب بھی مرزا صاحب کے کلام میں موجود ہے " ایں بار بار

کہتا ہوں۔ کہ نفس پیشگوئی داماد مرزا[1] (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے
اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی۔
اور میری موت آجائیگی۔ حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۳۱" (تعلیمات لمصنف۲۲)

اقول:۔ جن بعض مناظروں کی طرف آپ کا اشارہ ہے۔ وہ اس دعویٰ کو لیے ثبوت[2] نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و تحریرات کے علاوہ خود ثنائی اقرار سے مبرہن کیا کرتے ہیں۔ جو اقرار کہ آپ رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۲۸ پر کر چکے ہیں۔ اور جسے ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ باقی جو آپ نے سلطان محمد کی موت کے متعلق انجام آتھم سے الفاظ نقل کئے ہیں۔ ان میں بھی اہلحدیث کے "خصوصی عیب" کا بدترین مظاہرہ کیا ہے کیونکہ جس حاشیہ میں سلطان محمد کی موت کو تقدیر مبرم لکھا ہے۔ اس کے ساتھ اسی حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے:۔

"فیصلہ تو آسان ہے۔ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو۔ کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے۔ اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے۔ تو میں جھوٹا ہوں۔ ورنہ اے نادانو! اعادیٰ کو جھوٹا مت ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ اور ضرور ہے۔ کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے۔ جب تک کہ وہ گھڑی آجائے۔ کہ اس کو بے باک کر دیوے سو اگر جلدی کرنا ہے۔ تو اٹھو اور اس کو بیباک اور مکذب بناؤ۔ اور اس سے اشتہار دلاؤ۔ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو"

(انجام آتھم حاشیہ مذکور صفحہ ۳۲)

لیکن چونکہ اس تحریر کے مطابق اس نے اشتہار نہ دیا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے بعد قریباً بارہ برس تک زندہ رہے۔ اسلئے اس کا بچ رہنا ضروری تھا۔ اور اندریں صورت نکاح کا اعتراض کرنا سراسر نادانی ہے۔ ہاں سلطان محمد کا بچ رہنا

اسی سنت الٰہی کے مطابق تھا ۔ جس کی رُو سے فرعونیوں سے نو مرتبہ پے در پے عذاب اٹھایا جاتا رہا ۔ وہاں کا عذاب کفار سے دُور کر دیا گیا ۔ اور کہا گیا ۔ انّا کاشفوا العذاب قلیلاً انکم عائدون (الدخان) یعنی خوف اور عارضی رجوع کے باعث عذاب ٹل دیا گیا ۔ لہذا اس پیشگوئی کے کسی پہلو پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ اس خاندان کے قریباً تمام بقیہ افراد داخل سلسلہ ہو چکے ہیں ۔ اب مولوی صاحب کا واویلا "تو بگیر پیا کر" کا ہی مصداق ہے ۔

توحید کی اشاعت

مولوی صاحب نے نمبر ۱۴ و ۱۵ اور ۱۸ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حسب ذیل عبارتیں نقل کی ہیں :-

(۱) "میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے ۔ کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں ۔ اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت و شان دنیا پر ظاہر کر دوں ۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں ۔ اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے ۔ تو میں جھوٹا ہوں ۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے ۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا ۔ جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیئے تھا ۔ تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہُوا ۔ اور میں مر گیا ۔ تو پھر سب گواہ رہیں ۔ کہ میں جھوٹا ہوں"

(بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

(۲) "مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا تین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح)

(۳) "آنحضرت نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی ۔ اور فرمایا ۔ کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہو گا ۔ اور فرمایا ۔ کہ وہ ان کی صلیب کو

توڑے گا"۔ (شہادۃ القرآن صلا)

ان عبارتوں کو ذکر کرنے کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں :۔

"احمدی دوستو! مسیح موعود آیا۔ اور چلا بھی گیا۔ تثلیث اور عیسائیت بجائے فنا ہونے کے ترقی پر ترقی کر رہی ہے" (تعلیمات ص۲۳)

الجواب

ان ہر سہ عبارتوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کا مقصد اور انتہا ذکر فرمائی ہے۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ میری زندگی میں ہی سب کچھ ہو جائیگا مسیح موعود کا کام کسر صلیب تھا۔ چنانچہ جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کام کو سر انجام دیا ہے۔ اس کا درست اور پورا اندازہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جسے صلیبی مذہب کی واقفیت ہو۔ اور اس نے احمدیہ لٹریچر پڑھا ہو۔ لیکن عیسائی پادریوں سے احمدیوں کے مناظرات کی کیفیت دیکھکر ہر شخص ہی اس حقیقت کو بآسانی پا سکتا ہے۔ کسر صلیب کے معنے شارح بخاری کے نزدیک جو اسے الہاماً معلوم ہوئے ہیں یہ ہیں کہ :۔

"فتح لی ھنا معنی من الفیض الالٰھی وھو ان المراد من کسر الصلیب اظھار کذب النصاری حیث ادعوا ان الیھود صلبوا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام علی خشب فاخبر اللہ تعالٰی فی کتابہ العزیز بکذبھم وافترائھم"

(عمدۃ القاری فی شرح البخاری جلد ۵ ص۵۸۴ مطبوعہ مصر)

یعنی کسر صلیب سے مراد یہ ہے۔ کہ نصاریٰ کے اس زعم باطل کا ابطال کیا جاوے کہ مسیح مصلوب ہو گئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب قرآن مجید میں بھی کی ہے خدا کے نبی ایک پاک مقصد کو لے کر آتے ہیں۔ ان کا فرض دلائل کی تبلیغ اور براہین کی رُو سے اتمام حجت کرنا ہوتا ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھ چکے ہیں :۔

"قرآن بلکہ ہر ایک مذہبی اور اخلاقی کتاب اور مصنف کا فرض صرف

اتنا ہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اختلافی امور میں اپنی رائے کا اعلان کردے۔ اور کہہ دے۔ چنانچہ یہی اصول ایک ریفارمر نے بتایا ہے ؎

ہمارا کام کہنا تھا ہے یارو
تم آگے چاہو مانو یا نہ مانو

(اخبار اہلحدیث ۲۷ رجون ۱۹۴۳ء صفحہ)

نبی اپنی زندگی میں اس فرض کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور اسے ادا کر دیتا ہے۔ لیکن چونکہ مذہب کی قبولیت میں جبر نہیں۔ اسلئے ان کا مشن آہستہ آہستہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتہائی مقصد کا ہے۔ ضروری ہے کہ یہ مقصد اس عرصہ میں (جو آپ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے یعنی تین صدیاں) حاصل ہو۔ مگر ترقی تدریجاً ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد اعظم یہی تھا۔ کہ کفر و شرک کا کلی خاتمہ ہو جاوے۔ اور دین اسلام ہی غالب ہو جاوے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علے الدین کلہ (الصف) لیکن کیا آج چودہ سو سال گذرنے کے باوجود تعداد و دنیاوی شوکت میں کفار و مشرکین زیادہ نہیں۔ پھر کیا آپ اسلام کو بھی خیرباد کہہ دینگے؟

آنحضرت صلعم کے متعلق بخاری شریف میں لکھا ہے۔ لن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجا (جلد ۳ صفحہ ۱۳) خدا تعالےٰ آپ کو فوت نہ کریگا جب تک کہ ٹیڑھے دینوں کو درست نہ کر دیوے۔ خود حضور نے فرمایا انما الماحی الذی یمحو اللہ بہ الکفر (مشکوٰۃ) میں وہ الماحی ہوں جس کے ذریعے سے اللہ تعالےٰ کفر کو مٹا دیگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا سب دین ٹھیک ہو گئے۔ اور کیا سارا کفر مٹ گیا زرقانی میں لکھا ہے:۔

"فی فتح الباری استشکل بانہ ما انمحی من جمیع
البلاد" کہ اس حدیث پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ کفر ابھی
ساری دنیا سے نہیں گیا۔ الخ (زرقانی شرح موطا جلد ۴ صفحہ ۲۵)

اس قسم کے جملہ اعتراضات کا جواب یہ ہے۔ کہ سنت الہٰی اسی طرح پر واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو روحانی غلبہ تو فی الفور دیدیتا ہے۔ ان کے دشمن دلائل و براہین کی رُو سے عاجز و تہیدست ہو جاتے ہیں۔ لیکن ظاہری غلبہ تدریجاً دیا کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ افلا یرون انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا افہم الغالبون۔ کیا یہ لوگ اتنا نہیں دیکھتے۔ کہ ہم زمین کو اسکے کناروں سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ پھر یہ کفار کس طرح غالب آ سکتے ہیں۔ بلکہ انجام کار غلبہ ہمارے رسولوں کو ہی حاصل ہوگا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی بھی اسی منہاج پر ہے۔ دلائل و معقولات کا وہ ذخیرہ آپ نے پیدا کیا ہے۔ کہ غیر احمدی بھی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اس سے کام لیتے ہیں۔ اور ظاہری طور پر بھی احمدیت کو جو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ یہ اس کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے عیسٰی پرستی کا ستون ٹوٹ چکا ہے۔ اور تثلیث کا بُت مسیحائے زمان کی ضرب کاری سے ریزہ ریزہ ہو رہا ہے۔ اور عیسائی دنیا خود ان عقائد کو نفرت سے ترک کر رہی ہے اور احرار یورپ بھی ان کے خیالات کو چھوڑ کر توحید کی طرف آ رہے ہیں۔ صلیب شکستہ ہو گئی کیونکہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت مسیح مصلوب نہ ہوئے تھے۔ اور وہ دن دروازے پر کھڑے ہیں۔ جبکہ عیسائی مذہب دنیا سے پورے طور پر مٹ جائیگا۔ مبارک ہیں وے جو وقت کو شناخت کریں۔ اور مسیحائے وقت کی آواز پر لبیک کہیں۔

ثناء اللہ امرتسری | سترھویں نمبر پر مولوی صاحب نے اشتہار مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

کے ساتھ آخری فیصلہ "نقل کر دیا ہے۔ جو دعائے مباہلہ تھا۔ مکذب امرتسری نے مباہلہ سے صریح فرار اختیار کیا۔ اور زندہ رہا۔ جس طرح نجران کے عیسائیوں کو رسول کریم صلعم نے مباہلہ کے لئے بلایا۔ انہوں نے انکار کیا۔ اور بچے رہے۔ اس اشتہار کے متعلق مکمل بحث باب پنجم میں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

باب چہارم

اخلاق اسلامی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا کے نبی نہ صرف خود ہی با اخلاق ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی اخلاق عالیہ پر قائم کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اسلئے اخلاق کا صحیح معیار ان کی زندگی میں ہوتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس باب کا عنوان "اخلاق مرزا" رکھا ہے۔ اور لکھا ہے:۔

"انبیاء اکرام چونکہ دنیا کے سب لوگوں کے لئے راہنما اور نمونہ ہوتے ہیں۔ اسلئے ان کے اخلاق کریمہ بھی اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ ..... مسلمان مومن بالقرآن کے نزدیک یہی معیار صحیح ہے۔ جو قرآن مجید نے فرمایا ..... حسن خلق کی تعریف جو معلوم ہوتی ہے۔

وہ ظاہر بلکہ اظہر ہے۔ مرزا صاحب چونکہ قائل اسلام اور بروزی نبوت محمدیہ کے مدعی تھے۔ ان کا حسن خلق اسی معیار پر پرکھنا چاہیئے ..... افسوس ہے۔ کہ ہم اس خصوص میں مرزا صاحب کو بہت گرا ہُوا پاتے ہیں۔" (تعلیمات صد ۲۶-۲۷)

بے شک انبیاء کرام صاحب اخلاق کریمہ ہوتے ہیں۔ اور بے شک اخلاق کے پرکھنے کا وہی معیار ہے۔ جو قرآن مجید نے ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اخلاق عالیہ نہ رکھتے تھے۔ مصیبت تو یہ ہے۔ کہ بہت سے نادان جو اخلاق کے فلسفہ سے ناواقف اور اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے برگزیدوں پر ایسا ہی اعتراض کرتے رہے ہیں۔ کونسا نبی ہے۔ جن کے اخلاق فاضلہ کو مکذبین نے بحالت تکذیب سراہا ہو۔ یا کم از کم ان کا اعتراف ہی کیا ہو بلکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے۔ کہ اس کے اخلاق بہت گرے ہوئے ہیں۔ معاذ اللہ۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اخلاق انسانی قوتوں کے مار دینے کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ استعدادوں کو برمحل خرچ کرنے کا نام ہے۔ نہ کہ ہر جگہ نرمی اخلاق ہے۔ نہ ہر جگہ سختی۔ بلکہ نرمی یا سختی اپنے اپنے موقعہ پر استعمال ہونے سے اخلاق فاضلہ میں شامل ہوتی ہے۔ عفو اور حلم اچھا ہے۔ مگر بشرطیکہ بے غیرتی اور دیوثی کی حالت تک نہ پہنچ جائے۔ پس کامل الاخلاق وہ ہوگا۔ جو برمحل نرمی اور باموقعہ سختی سے کام لے۔ اور اس میں افراط و تفریط نہ پائی جاوے۔ انبیاء کرام انہی معنوں میں صاحب اخلاق کریمہ ہوتے ہیں۔ اور انہی معنوں میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحب اخلاق کریمہ تھے۔ صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

یہ بات بھی نظر انداز نہ کرنی چاہیئے۔ کہ نبی اہل دنیا کے سامنے جج کی حیثیت

میں پیش ہوتا ہے۔ اور اس کا فرض ہوتا ہے۔ کہ تاریکی کے فرزندوں پر فردِ جرم لگانے سے پہلے ان کے جرموں سے اُن کو آگاہ کرے۔ اس کا ایسا کرنا ان کی خیرخواہی اور بنی نوع کی بہبودی کی غرض سے ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں۔ اور بظاہر تلخ الفاظ کو گالی یا بدخلقی کہنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ مہربان طبیب کے نشتر اور اس کے اپریشن کو ظلم اور بے رحمی سے تعبیر کیا جاوے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گذشتہ انبیاء کرام اور قرآن مجید کا بیان اسی نہج پر ہے۔ جو لوگ اسے بداخلاقی قرار دیتے ہیں۔ یا تو وہ اخلاق کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے برمحل اور عند الضرورت بولے جانے والے الفاظ کو بھی اسی مد میں شامل کر لیتے ہیں۔ اور یا پھر انبیاء کرام کی حیثیت صحیح سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور افسوس ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر انہی میں سے ہیں :-

بیان مافوق کی تصدیق کے لئے ہم انجیل اور قرآن مجید کے بعض الفاظ نقل کرتے ہیں۔ تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنے والے پہلے ان انبیاء کرام پر بھی فتویٰ صادر کر لیں۔ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے مخاطبین کو حسین ناموں[1] سے یاد فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :-

(۱) تم بڑے گمراہ ہو۔ مرقس ۱۲/۲۴ + (۲) اے بدکارو! ۔لوقا ۱۳/۲۷ + (۳) اے نادانو! لوقا ۲۴/۲۵ + (۴) اے ریاکار فقیہو! اور فریسیو! متی ۲۳/۱۳ + (۵) اے اندھے راہ بتانے والو! متی ۲۳/۱۶ + (۶) اے احمقو! اور اندھو! متی ۲۳/۱۷ + (۷) اے ملعونو! متی ۲۵/۴۱ + (۸) اے شیطان! متی ۱۶/۲۳ + (۹) اے سانپ کے بچو! متی ۱۲/۳۴ + (۱۰) برے اور زناکار لوگ متی ۱۲/۳۹ + (۱۱) اے سانپو! اے افعی کے بچو۔ متی ۲۳/۳۳

[1] عیسائیوں کو یہ نام خصوصیت سے مدنظر رکھ کر تہذیب کا معیار قائم کرنا چاہیئے۔ ابوالعطاء۔

(۱۲) تم اپنے باپ ابلیس سے ہو۔ یوحنا $\frac{8}{44}$ ٭ (۱۳) جا کر اس لومڑی (ہیرودیس) سے کہدو۔ لوقا $\frac{13}{32}$ ٭ (۱۴) کتے اور سور۔ متی $\frac{15}{26}$ و $\frac{7}{6}$ ٭

قرآن مجید میں مکذبین۔ منافقین اور یہود وغیرہ کے لئے حسب ذیل الفاظ بھی مذکور ہیں:۔

(۱) القردۃ۔ بندر (مائدہ ع ۹) ٭ (۲) الخنازیر۔ سور (مائدہ ع ۹) ٭ (۳) حمر۔ گدھے (المدثر ع ۲) ٭ (۴) شر الدواب۔ حیوانات سے بدتر (انفال ع ۷) ٭ (۵) صم بکم عمی۔ بہرے گونگے اور اندھے (البقرہ ع ۲) ٭ (۶) مہین۔ ذلیل (القلم ع ۱) ٭ (۷) ہماز۔ نکتہ چین (القلم ع ۱) ٭ (۸) مشاء بنمیم۔ چغلخور (القلم ع ۱) ٭ (۹) مناع للخیر۔ بھلائی سے محروم (القلم ع ۱) ٭ (۱۰) معتد۔ حد سے بڑھنے والا (القلم ع ۱) (۱۱) اثیم۔ فاسق وفاجر (القلم ع ۱) ٭ (۱۲) عتل۔ سرکش (القلم ع ۱) ٭ (۱۳) زنیم۔ ولد الزنا (القلم ع ۱) ٭ (۱۴) نجس۔ ناپاک (توبہ ع ۴) ٭ (۱۵) رجس۔ گند مجسم (توبہ ع ۶) ٭ (۱۶) شر البریہ۔ سب مخلوق سے بدتر (البینہ) ٭

ہمارے مخالفین کا فرض ہے۔ کہ ان الفاظ کو پڑھکر قرآن مجید کا صحیح اخلاقی معیار سمجھ لیں۔ اور سوچیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بعض برمحل الفاظ استعمال کرنا کیونکر قابل اعتراض ہوسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے۔ کوئی ثابت نہیں کرسکتا۔ کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اسکی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی (زعم مخاطب کے مطابق) میں سبقت کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جوش کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا۔ اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب وہندوستان کے مولویوں سے مجھے

گالیاں دلوائیں۔ اور مجھے یہود نصاریٰ سے بدتر قرار دیا۔ اور میرا نام کذاب۔ مفسد۔ دجال۔ مفتری۔ مکار۔ ٹھگ۔ فاسق۔ فاجر۔ خائن رکھا۔ تب خدا نے میرے دل میں ڈالا۔ کہ صحت نیت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں۔ میں نفسانی جوش سے کسی کا دشمن نہیں اور میں چاہتا ہوں۔ کہ ہر ایک سے بھلائی کروں۔ مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے۔ تو میں کیا کروں۔ میرا انصاف خدا کے پاس ہے۔ ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دکھ دیا۔ اور حد سے زیادہ دکھ دیا۔ اور ہر ایک بات میں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا۔ پس میں بجز اس کے کیا کہوں۔ کہ یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہٖ یستھزؤن" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۱)

گویا حضور علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کے حق میں جو بعض برمحل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ وہ بھی بطور دفاع لکھے ہیں۔ اور وہ انہی لوگوں کے حق میں ہیں۔ جو حد سے بڑھ گئے۔ اور گندہ دہانی کو بطور پیشہ اختیار کر لیا۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

"نعوذ باللہ من ھتک العلماء الصلحین و قدح الشرفاء المھذبین سواءً کانوا من المسلمین او المسیحیین او الآریۃ (ترجمہ) ہم صالح علماء کی ہتک اور مہذب شرفاء کی توہین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ خواہ ایسے مہذب لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ" (لجۃ النور ص۶۷)

پس کسی مخالف کا ان مخصوص المقام الفاظ کو عمومیت کا رنگ دیکر مغالطہ دینا سراسر ناجائز اور خلاف منشاء متکلم ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس باب کے آخیر اعتراف کیا ہے۔ کہ:۔

"یہ سچ ہے۔ کہ مرزا کے مخالفوں نے بھی مرزا صاحب کے حق میں سخت وسست الفاظ لکھے۔ مگر ان کا ایسا لکھنا مرزا صاحب کے لکھنے کو جائز نہیں کر سکتا۔ اسلئے کہ مرزا صاحب منجانب اللہ مصلح بنکر آئے تھے۔ اور لوگوں کی یہ حیثیت نہیں۔ بیمار کی ریس طبیب کرے تو طبیب نہیں۔" (تعلیمات ص۱۳۳)

میں سمجھتا ہوں۔ مشہور ضرب المثل "الکذوب قد یصدق" کی تصدیق کے لئے مولوی صاحب نے ان الفاظ میں واقعات کے لحاظ سے سچی شہادت ادا کی ہے۔ یعنی "سخت وسست الفاظ" کہنے میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفوں نے ابتدا کی۔ اور حضرت نے بعد میں بعض سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں +

ہاں مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کا ایسا کرنا بھی جائز نہ تھا کیونکہ وہ طبیب تھے اور لوگ بیمار۔ حالانکہ یہی مثال ہماری تائید کرتی ہے۔ کیونکہ طبیب کا جس طرح سے یہ فرض ہے۔ کہ مناسب دواؤں سے علاج کرے۔ ویسے ہی یہ بھی فرض ہے۔ کہ مناسب موقعہ اپریشن بھی کرے۔ اگر کوئی مریض خطرناک مرض میں مبتلا ہو۔ اور پھر ناصح طبیب کی بات پر کان دھرنے کی بجائے اسے گالیاں دے اور بدپرہیزی میں بڑھتا جائے۔ تو طبیب کا فرض ہے۔ کہ اس کو بدپرہیزی کے آنے والے خطرات سے کھلے الفاظ میں آگاہ کر دے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا کیا۔ تو تو اس میں قابل اعتراض کونسی بات ہے؟

اصولاً تو ہم نے اس بات کا مکمل جواب دیدیا ہے۔ اب مولوی صاحب کے پیشکردہ حوالجات پر مختصراً مزید تبصرہ کر دیتے ہیں +

ذریۃ البغایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فقرہ "کل مسلم یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸) کو نقل

کرکے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

"نتیجہ صاف ہے۔ کہ نہ ماننے والوں کی مائیں زانیہ ہیں۔ اور وہ زنازادے"

(تعلیمات صلا)

الجواب (۱) ذریۃ البغایا کے معنے بدکار اور سرکش لوگ ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ کرنا یعنی اسے مرکب کی بجائے الگ الگ کرکے منکرین کی ماؤں کو زانیہ قرار دینا غلطی ہے۔ جیسا کہ "ابن السبیل"[۱] کے معنے کرنا راستے کا بیٹا اور پھر اس سے استدلال کرنا کہ ہر "ابن السبیل" اپنے باپ کا نہیں۔ بلکہ راستے کا بیٹا ہے گویا ولد الزنا ہے غلط ہے یہ ایک زبان کا محاورہ ہے۔ کہ ابن السبیل کے معنی مسافر۔ ابن الوقت کے معنے مکار۔ ابن الدینار کے معنی لالچی اور ذریۃ البغایا کے معنے سرکش کے ہیں۔ چنانچہ اسی مفہوم کے لحاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مخالفوں کو "افعی کے بچو" اور "اپنے باپ ابلیس سے ہو" کہا ہے۔ پس حقیقت یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب نے لفظ "ذریۃ البغایا" کے از خود یہ معنے کرکے کہ "نہ ماننے والوں کی مائیں زانیہ ہیں" خود گالی دی ہے۔ اصل میں "بغایا" کا لفظ بغی (مصدر) سے بنا ہے۔ جس کے معنے ہیں:۔

"حاکم وقت۔ بادشاہِ وقت۔ سردار قبیلہ وغیرہ کی نافرمانی۔ سرکشی"

(اہلحدیث ۲۶ جولائی ۱۹۱۲ء صث)

(۲) عربی محاورہ کی رُو سے ذریۃ البغایا" کے ایک معنے حیوانات لا یعقل بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:۔ انا سهيل طلعت بموت اولاد الزنا اور اولاد الزنا کے معنے شارحین نے حیوانات ہی کئے ہیں۔ (حماسہ متنبائی) چنانچہ حضرت اقدس نے ذریۃ البغایا کے بعد الذين ختم الله على قلوبهم فهم لا يفقهون"

---

[۱] مولوی ثناء اللہ صاحب کو اپنی کنیت ابو الوفاء پر ہی غور کرنا چاہیئے۔ کیا وفا انکے بیٹے کا نام ہے؟ (ابو العطاء)

کے الفاظ میں ان معنوں کی تشریح بھی فرما دی ہے ۔

(۴۳) حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس کلام کے مخاطب خاص مکذبین معاندین ہیں ۔ جو اپنی شرارت اور خباثت میں حد سے بڑھ گئے تھے ۔ اور اس عبارت میں استثنار منقطع ہے ۔ یعنی "ذریۃ البغایا" لفظ مسلم کے ماتحت افراد نہیں ۔ بلکہ مطلب عبارت یہ ہے ۔ کہ خدا کے فرمانبردار بندے تو مجھے مانتے ہیں ۔ ہاں جو لوگ سرکش ہیں وہ مخالف ہیں ۔ خواہ وہ عیسائی ہوں یا آریہ ہوں یا برائے نام مسلمان ۔ استثنار منقطع کی مثال تمام کتب میں جاء القوم الا حمار بیان کی جاتی ہے ۔

(۴۴) فقرہ کل مسلم یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا "مستقبل بعید کے متعلق ایک پیشگوئی ہے ۔ یعنی قرون ثلاثہ (تذکرۃ الشہادتین) کے اندر اندر سب لوگ داخل اسلام ہو جائیں گے ۔ بجز بعض گندہ طبع لوگوں کے ۔ کتاب چشمہ معرفت میں اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔ کہ سب قومیں ایک ہی مذہب (اسلام) پر ہو جائیں گی سوائے ان لوگوں کے جو چوہڑے اور چماروں کی طرح رہ جائیں گے ۔ گویا اس عبارت میں آئندہ زمانہ کے ترقیات کا ذکر کیا گیا ہے ۔ نہ یہ کہ موجودہ نہ ماننے والوں کو ولد الزنا قرار دیا ہے ۔ ہمارے اس بیان کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل دو فقروں سے بھی ہو جاتی ہے ۔ فرمایا :-

(الف) "اس مختصر فقرہ (یا آدم) میں یہ پیشگوئی پوشیدہ ہے ۔ کہ جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی ۔ ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلیگی" (براہین حصہ پنجم صلا۹۶)

(ب) "ہر ایک جو سعید ہوگا وہ مجھ سے محبت کریگا ۔ اور تیری طرف کھینچا جائے گا" (براہین احمدیہ پنجم صلا۷)

اور یہ اسی قسم کی پیشگوئی ہے ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ نے مسیح موعود کے

انتہائی وقت کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :-

"بینما ھم کذالک اذ بعث اللہ ریحاً فقبضت روح کل مومن ویبقی سائر الناس یتھارجون کما یتھارج الحمر فعلیھم تقوم الساعۃ" (ترمذی ابواب الفتن جلد ۲ صفحہ ۔)

لوگ اسی حالت میں ہوں گے۔ کہ خدا تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا۔ جو تمام مومنوں کی روحیں قبض کرے گی۔ اور باقی لوگ شہوات میں مبتلا ہو جائیں گے جیسے کہ گدھے ہوتے ہیں۔ ان پر قیامت ہو گی"

الغرض ان جوابات کے ماتحت مولوی صاحب کا مفہوم غلط اور اعتراض باطل ہے ؛

ابن البغاء اس باب کے دوسرے نمبر پر مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ شعر نقل کیا ہے۔ جو حضور نے سعد اللہ لدھیانوی نومسلم کے متعلق کہا ہے۔ یعنی ؎

آذیتنی خبثاً فلست بصادق
ان لم تمت بالخزی یا ابن بغار

اور کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے سعد اللہ مذکور کو "حرامزادہ" کہا ہے۔

الجواب (۱) سعد اللہ مذکور ہندو مال باپ کا بیٹا تھا۔ جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ درانحالیکہ اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف وہ بدزبانی کی۔ جس پر اپنے و بیگانے سب نے نفرین کی۔ نظم و نثر میں اس نے گند اچھالا تھا۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر سر اقبال صاحب نے جوان دنوں سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں پڑھتے تھے۔ سعد اللہ کو مخاطب کر کے لکھا تھا ؎

واہ سعدیؔ[1] دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی
خوب ہو گی مہتروں میں قدر دانی آپکی

[1] سعد اللہ کا تخلص ہے۔ مؤلف

بیت ساری آپ کی بیت الخلاسے کم نہیں
ہے پسند خاکروباں شعر خوانی آپ کی

(آئینہ حق نما صـ۱۰۱)

سعد اللہ کے حد سے تجاوز کر جانے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا شعر کہا ہے۔ جس میں اس کے متعلق پیشگوئی ان شانئک ھو الابتر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ ابتر مرا۔ اس کا بیٹا جو اس الہام سے پہلے کا تھا۔ وہ بھی بے اولاد مر گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس عظیم الشان پیشگوئی کی طرف توجہ کرنے کی بجائے لفظ "ابن بغا" سے اس کے حرامزادہ ہونے کا استدلال کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ یہ شعر اوّل اوّل کتاب انجام آتھم میں شائع ہوا۔ وہاں پر حضرت اقدس نے اس کا خود ترجمہ کر دیا ہے۔ کہ:۔

"مرا بخباثت خود ایذا دادی پس من صادق نیم اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نمیری" صـ۲۸۲

گویا حضرت صاحب نے ابن بغا کا ترجمہ "نسل بدکاراں" کیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ سعد اللہ جن ہندوؤں کا لڑکا تھا۔ ان کو اتقیاء۔ ابرار اور صلحاء تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا بالکل بجا فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک دوسری جگہ اس کی تشریح میں فرمایا۔

"میں نے اس (سعد اللہ) کی بدزبانی پر بہت صبر کیا۔ اور اپنے تئیں روکا کیا۔ لیکن جب وہ حد سے گذر گیا۔ اور اس کے اندرونی گند کا پل ٹوٹ گیا۔ تب میں نے نیک نیتی سے اس کے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے۔ جو محل پر چسپاں تھے۔ اگرچہ وہ الفاظ جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ میں مندرج ہیں۔ بظاہر کسی قدر سخت ہیں۔ مگر وہ دشنام دہی کی

قسم میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ واقعات کے مطابق ہیں۔ اور عین ضرورت
کے وقت لکھے گئے ہیں" (تتمہ حقیقۃ الوحی صنا ۲)

(۲) مان لو۔ کہ "ابن بغار" کے معنے ولد الزنا کے ہی ہیں۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب چاہتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سعد اللہ لدھیانوی کو جو بقول اخبار اہلحدیث امرتسر" مرزا غلام احمد قادیانی کے اشد مخالفین میں سے تھے" (۲۹ ر نومبر ۱۹۲۶ء) ولد الحرام قرار دیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اس صورت میں بھی مولوی ثناء اللہ صاحب اس کو بد اخلاقی قرار نہیں دے سکتے۔ بلکہ یہ تو سنت قرآن کی اقتدا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ولید نامی ایک شخص کو ولد الزنا قرار دیا۔ اور زنیم کہا (القلم) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سعد اللہ کے متعلق یہ خبر دی۔ پھر اس جگہ اعتراض کیوں؟ اور صرف اس کا نام ہی بد اخلاقی کیوں؟ تدبر و تفکر۔

آیت "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ" کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"الحاصل ان الزنیم هو ولد الزنا الملحق بالقوم فی النسب ولیس منهم وکان الولید دعیاً فی قریش ولیس من سنخهم ادعاه ابوه بعد ثمان عشرة من مولده وقیل بغت امه ولم یعرف حتی نزلت هذه الآیة" (ترجمہ)

خلاصہ یہ کہ زنیم ولد الزنا کو کہتے ہیں۔ جو کسی قوم سے ملحق ہو جاوے حالانکہ ان میں سے نہ ہو۔ اور ولید بھی قریش کا الحاقی تھا۔ ان کے اصل سے نہ تھا۔ اس کے باپ نے اٹھارھویں سال میں اس کا دعویٰ کیا تھا۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ اس کی ماں نے زنا کیا تھا۔ مگر آیت کے نزول سے پہلے اس امر کا کسی کو علم نہ تھا"

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)

اسی جگہ ولید کی شرارتوں سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھا ہے :-

"ان الغالب ان النطفۃ اذا خبثت خبث الولد"

پس بہر صورت "ابن بغا" کہنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔

لطیفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان لوگوں کو یا سب کو ولد الزنا قرار نہیں دیتے لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب خواہ مخواہ اپنے آپ کو اور تمام لوگوں کو اس لفظ کی ذیل میں لانا چاہتے ہیں۔ جس کا ہمیں احمدیہ لٹریچر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے انکار کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو خاص اسی موضوع پر "غضب حق" کے عنوان سے اشتہار شائع کر چکے ہیں۔ اور پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اہلحدیثوں کے حق میں جو ننگے لفظ فرمائے ہیں۔ انہیں تو خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہلحدیث میں نقل کر دیا ہے۔ جو یہ ہیں :-

"بعض لوگوں سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ تم کون مذہب ہو۔ تو اپنا مذہب نہیں بتاتے کہتے ہیں۔ کہ ہم محمدی ہیں۔ خبر یہ **حرامزادے** کچھ نہیں۔ میں تو حنفی مذہب ہوں" (اہلحدیث ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۳۱ء)

کیا یہ بہتر نہیں۔ کہ مولوی صاحب اس خاص اور نازک مسئلہ میں انہیں لوگوں سے نبٹیں۔ جو اس کے مدعی ہیں۔ ہم تو اس قسم کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ہماری گفتگو دلایل و براہین سے ہے۔ خدا کے کلام اور اس کے بیان سے ہے وبس +

حلال زادہ آتھم کی پیشگوئی پر بعض مولویوں اور عیسائیوں نے بالخصوص سعد اللہ لدھیانوی نے جو ناپاک طریق اختیار کیا تھا۔ اس کا کچھ نمونہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے رسالہ الہامات مرزا ص ۲۸، ۲۹ پر موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان میں سے بعض پلید طبع لوگوں کے ذکر پر فرمایا ہے :-

"حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے

اور عیسائیوں کو غالب اور فتحیاب قرار دیتا ہے۔ تو میری اس حجت
کو واقعی طور پر رفع کرے۔ جو میں نے پیش کی ہے۔ ورنہ حرامزادہ کی
یہی نشانی ہے۔ کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے" (انوار الاسلام)
مولوی صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو اور تمام مخالفین کو شامل کرتے ہیں:۔
(تعلیمات ص۲۹)

الجواب (۱) جیسا کہ عبارت اور سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ یہ بیان عام نہیں بلکہ خاص اشخاص کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ پس اس کو عام قرار دینا اور اس طرح سے خلاف منشاء متکلم مطلب نکالنا درست نہیں ہے +

(۲) اگر اس کو عام ہی فرض کر لیا جاوے۔ تو یہ شرطیہ کلام ہے۔ جو بطور تہدید استعمال کیا گیا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین اگر خدا کا بیٹا ہے۔ تو میں اس کا پہلا پرستار ہوں۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک اگر تو (اے نبی) شرک کرے۔ تو تیرے عمل حبط ہو جائیں گے۔ گویا اس عبارت کا مقصد و مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ لوگ شرارت سے باز آ جاویں۔ ہاں یہ بھی مفہوم ہے۔ کہ شرارتوں پر اصرار خباثت اصل پر بھی دلیل ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ رازی کا قول ہم نقل کر آئے ہیں۔ بہر صورت اس عبارت سے بھی مولوی صاحب کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ؛

خنازیر الفلا سٹلہ چوتھے نمبر پر مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔
" مرزا صاحب اپنے مخالفوں پر ناراضگی کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں ؎

ان العدیٰ صاروا خنازیر الفلا
نساؤھم من دونھن الاکلب

میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے
بڑھکر ہیں۔" (تعلیمات ص۲۹)

الجواب یہ الفاظ ان اعداء اسلام، معاندین حق اور فتنہ پردازوں کے حق میں ہیں۔ جنہوں نے اپنی بدخصلتوں سے اپنے آپ کو ان کا اہل ثابت کیا تھا۔ نجاست اور گندہ دہانی ان کا شیوہ ہوگیا۔ ایسے ہی لوگوں کو قرآن مجید نے فمثلہ کمثل الکلب (اعراف ع۲۲) کمثل الحمار (جمعہ) جعل منھم القردۃ والخنازیر (مائدہ) کہکر کتا۔ گدھا۔ سور اور بندر قرار دیا ہے۔ مسیح ناصری کے الفاظ بھی ایسے لوگوں کے حق میں اوپر نقل ہوچکے ہیں۔ پس یہ الفاظ برمحل اور عند الضرورۃ اظہار حق کی خاطر نبیوں نے بولے ہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیھا اولئک ھم شر البریۃ (سورہ البینہ) جو لوگ کافر ہیں۔ مشرک ہوں یا اہل کتاب جہنم کی آگ میں رہیں گے۔ اور یہ سب **مخلوقات سے** (جن میں سور۔ بندر اور کتے بھی شامل ہیں) **بدتر ہیں**" یہ الفاظ یقیناً گالی نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کی روحانی بری حالت کا بیان ہے اس کے مقابل میں دشمنان حق کو "خنازیر الفلا" قرار دینا درحقیقت شر البریۃ کی نرم سی تعبیر ہے۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔

بدذات فرقہ مولویان پانچویں نمبر پر مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔
"اپنے منکرین علماء اسلام چھوٹے اور بڑے سب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ اے بدذات فرقہ مولویان۔ اے یہودی خصلت مولویو" (تعلیمات ص۲۹)

سلہ جو ان کے عمل میں شریک اور معاون ہیں۔ مؤلف

الجواب (۱) یہ محض دھوکہ ہے۔ کہ مندرجہ بالا الفاظ سب علماء کے لئے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تحریر فرمایا ہے:۔

(الف) "ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے"

(اشتہار ۱۲ ردسمبر ۱۸۹۲ء)

(ب) "لیس کلامنا هذا فی اخیارهم بل فی اشرارهم" یعنی ہمارا یہ کلام شریر علماء کے متعلق ہے۔ نیک علماء مستثنےٰ ہیں۔" (الہدیٰ ص۶۵)

(۲) انجام آتھم میں اصل عبارت حسب ذیل ہے:۔

"اے بد ذات فرقہ مولویان تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئیگا۔ کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ دو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا۔ وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔" (انجام آتھم ص۲۱)

گویا اس میں حق کو چھپانے والے اور یہودیانہ خصلت اختیار کرنے والوں کو بد ذات قرار دیا گیا۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ ایسے علماء یقیناً بد ذات ہیں۔ جو یہودیانہ خصلت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور جو ایسے نہیں۔ ان کا ان الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ؛

(۳) ان الفاظ میں ایک طرف علماء کی زبون حالی بیان کو تنبیہہ کی گئی ہے اور دوسری طرف ان کی اس حالت سے ضرورت مصلح کو ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی اپنے وقت کے علماء سے بدیں الفاظ خطاب کیا تھا:۔

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو۔ جو اوپر سے خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ مگر اندر مردوں

کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔" متی ۲۳/۲۷

کیا "بدذات" کا لفظ اس سے بھی سخت ہے۔ بالخصوص جبکہ اس سے محض اظہار حقیقت مدنظر ہے۔

(۴) سیدنا وحبیبنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آنیوالے زمانہ میں علماء کی حالت سب سے بدتر ہوگی۔ اور وہ بدذات ہو جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کے الفاظ یہ ہیں "علماءھم شر من تحت ادیم السماء"۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم) اس زمانہ کے علماء روئے زمین کی تمام بدترین ہستیوں سے بدتر ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو یہ خبر دیدی۔ کہ رسول کریم صلعم کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور علماء بدذات ہوگئے ہیں۔ یہ گالی نہیں۔ کذب نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تصدیق اور امر واقعہ کا اظہار ہے۔ ورنہ اگر یہ گالی ہے۔ تو الفاظ علماءھم شر من تحت ادیم السماء" کیوں گالی نہیں ؟

ہاں اس موقعہ پر مولوی صاحب کا یہ حق ضرور ہے۔ کہ وہ علماء کے بدذات ہو جانے یا حدیث نبوی کے مصداق بن جانے کا ثبوت طلب کریں۔ یہ حق نہیں۔ کہ وہ اس کو گالی قرار دیں۔ سو لیجئے ہم ذیل میں علماء کے حالات کے متعلق چند معتبر گواہ پیش کر دیتے ہیں:۔

پہلا گواہ:۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر نمونہ یہود خواہی کہ ببینی علمائے سوء کہ طالب دنیا باشند و خوگرفتہ بہ تقلید سلف و عرض از نصوص کتاب و سنت و تعمق و تشدد یا استحسان عالمے را استناد ساختہ از کلام شارع معصوم بے پرواہ شدہ باشند تماشا کن کا نہم ہم"۔ (الفوز الکبیر صلا)

دوسرا گواہ:۔ حضرت مجدد سرہندی تحریر فرماتے ہیں:۔

"علمائے کہ بایں مبتلا اند و بہ محبت ایں دنیا گرفتار از علماء دنیا اند۔

ایشانند علماءِ سوء و شرارِ مردم بلصوص دیں و حالانکہ از ایشاں خود را مقتدائے دین میدانند و بہترین خلائق مے انگارند یحسبون انہم علی شیٔ الا انہم ہم الکاذبون استحوذ علیہم الشیطان۔ الآیۃ۔ عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است و از تضلیل و اغواء خاطر جمع ساختہ۔ آنعزیز آنرا پرسید۔ لعین گفت کہ **علماءِ سوء ایں وقت** دریں کار بامن مدد عظیم کردند۔ و مرا ازیں ہمہ فارغ ساختند۔ والحق دریں زمان ہر سستی و خلاف مداہنتی کہ در امور شرعیہ واقع شدہ است و ہر فتورے کہ در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ است **ہمہ از شومیٔ علماءِ سوء است**"

(مکتوبات امام ربانی مطبوعہ دہلی ۱۲۸۸ھ مکتوب ۳۳ ص۴۷)

تیسرا گواہ:۔ نواب صدیق حسن خانصاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب اسلام کا صرف نام۔ قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں۔ لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ **علماء اس امت کے بدتر اُن کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔** انہیں سے فتنے نکلتے ہیں۔ انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں" (رسالہ اقتراب الساعۃ ص۱۲)

چوتھا گواہ:۔ اخبار اہلحدیث امرتسر لکھتا ہے:۔

"مشکوٰۃ ص۳۸ میں حضرت علیؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اسلام کا نام رہ جائیگا۔ اور قرآن کا رسم خط۔ **اس وقت کے مولوی آسمان کے تلے بدترین مخلوق ہونگے۔** سارا فتنہ و فساد انہی کی وجہ سے ہوگا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ **آج کل وہی زمانہ**

آگیا ہے " (۲۰ اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۵ کالم اوّل)

ہمارا یقین ہے۔کہ ان "شہود اربعہ" کی گواہی کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کو مجال انکار نہ ہوگی۔کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسے مولویوں کو "بدذات" قرار دینا بالکل ضروری اور سنت صلحاء کی پابندی تھی۔علماء کی شان میں اہلحدیث کے حوالجات تو بکثرت ہیں۔مگر اختصار مانع ہے۔اس لئے اخیراً علماء کے حق میں مولوی ثناءاللہ صاحب کے شائع کردہ الفاظ پڑھ لیں:۔

"افسوس ہے۔ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی۔راہبر۔ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں سال میں یہ نفسانیت بہ شیطنت بھری ہوئی ہے۔تو پھر شیطان کو کس لئے برا بھلا کہنا چاہیئے" (اہلحدیث ۱۷ نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

آہ! علماء کی حالت بگڑ گئی۔اغیار نے چمن اسلام کو برباد کر دیا۔اسی لئے خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے حضرت مسیحائے زمان بھیجا۔تا وہ اس مردہ قوم میں انفاس طیبہ سے زندگی کی روح پھونکے۔مبارک ہیں وے جو حق کو شناخت کریں۔اور اس کی پیروی کریں +

حضرت مسیح علیہ السلام

نمبر ۶۔۷ اور ۸ میں مولوی صاحب نے حضرت مسیحؑ کے متعلق مکتوبات احمدیہ کے دو حوالے اور کشتی نوح صفحہ ۱۶ کا ایک حوالہ درج کیا ہے۔مقصد آپ کا یہ ہے۔کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے حضرت مسیحؑ کو گالیاں دی ہیں۔ہم ابتداء رسالہ میں اس پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔اب اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔صرف اتنا کہہ دیتے ہیں۔کہ یہ سب حوالجات عیسائیوں کے مسلمات اور ان کی کتب سے اخذ کردہ نتائج ہیں۔حضرت کے عقائد نہیں۔اسی لئے کشتی نوح کے حوالہ میں بھی انجیل کا ذکر ہے۔اور مکتوبات احمدیہ کی تو منقولہ عبارت کے آخری فقرہ میں ہی لکھا ہے:۔

"غرضیکہ سخت ناقص نالائق کتاب پولوسی انجیل کی مخالف فطرت اور

ا: صوری تعلیم کا یہ اثر ہے۔" (تعلیمات ص۱۳)

پس مولوی صاحب کو اس جگہ سے بھی اپنا مقصود حاصل نہیں ہو سکا۔ اور انکے تمام اعتراضات بے بنیاد اور غلط قرار پائے۔ الحمدللہ۔ اب ہم بفضلہ تعالےٰ مولوی صاحب کے جملہ اعتراضات سے فارغ ہوکر حسب وعدہ پانچویں باب میں اشتہار "آخری فیصلہ" کے متعلق لکھکر اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ:۔

باب پنجم[1]

حضرت مسیح موعودؑ کا اشتہار آخری فیصلہ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی زندگی اور آپ کا طریق کار ہو بہو نبیوں کی زندگی اور ان کا شاہراہ عمل ہے۔ چنانچہ آپ نے منہاج نبوت کے متعلق اپنے معاندین پر دلائل منقولی و معقولی سے اتمام حجت کرنے کے بعد ان کو مباہلہ کی بھی دعوت دی۔ کتاب انجام آتھم میں ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ کو نام بنام دعوت مباہلہ دی اور لکھا:۔

"میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے۔ کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں

---

[1] اس باب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ "فیصلہ مرزا" کے تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ ابوالعطاء

ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر
ایک بھی باقی رہا۔ تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وہ
ہزار ہوں یا دو ہزار" (صـ۶۷)

بالآخر علماء کو برانگیختہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر
کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو۔ اور نہ تکفیر اور
توہین چھوڑے۔ اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو
اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو۔ آمین" (صـ۶۷)

ان ہر دو عبارتوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا اپنی صداقت پر یقین تام اور مباہلہ کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے کی زبردست تحدی عیاں ہے۔ اور یہ خود حضورؑ کی سچائی پر برہان قاطع ہے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللّٰہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ولا یتمنونہ ابداً بما قدمت ایدیھم (الجمعہ) یعنی جو لوگ جھوٹے طور پر خدا کے دوست ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں۔ وہ کبھی موت کی خواہش نہیں کر سکتے۔ اور نہ میدانِ مباہلہ میں آسکتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا عمل سطور فوق سے ظاہر ہے۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

اے قدیر و خالق ارض و سما — اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر — گر تو دیدہ استی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را — شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار — ہر مراد شاں بفضل خود برآر

آتش افشاں بر در و دیوارِ من ۔۔۔ دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
در مرا از بندگانت یافتی ۔۔۔ قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ ۔۔۔ کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن ۔۔۔ اندکے افشائے آں اسرار کن

(حقیقۃ المہدی صلا)

جن لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دعوتِ مباہلہ دی۔ ان میں سے بعض سعید الفطرت تو توبہ کرکے حلقہ بگوشان احمدیت میں داخل ہوگئے۔ اس جگہ خصوصیّت سے جناب میاں غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف قابل ذکر ہیں۔ باقی وار(ان) شقاوت ازلی نے وہی وطیرہ اختیار کیا۔ جو ہمیشہ سے باطل پرست اختیار کرتے آئے ہیں۔ بے شک ان لوگوں نے تکذیب و تکفیر کے شور سے ایک کہرام برپا کر دیا۔ مگر ان اصحاب فشل[1] اور ارباب جُبن کو آسمانی پانی کے حامل اور یقین الٰہی کے مجسمہ خدا کے جری حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مقابل آکر مباہلہ کرنے کا یارا نہ ہوا۔ جس سے اہل ایمان کے ایمان تازہ ہو گئے۔ اور انہوں نے پھر ایک مرتبہ قرآنی صداقت ولن یتمنوہ ابدًا بما قدمت ایدیھم واللّٰہ علیم بالظٰلمین (بقرہ) کا ظہور ہوتے مشاہدہ کر لیا۔ علماء کا یہ گریز ان کی بطالت کا زبردست گواہ ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

"اگر آرزو موت کی نہ کریں۔ تو ثابت ہو جائیگا۔ کہ ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ صرف خواہش نفسانی کے پیچھے چلتے ہیں۔ اور ہم ابھی سے

---

[1] حضرت کے الہام انت من ماءنا وہم من فشل (انجام آتھم ص۵۵) کیطرف اشارہ ہے۔ ابو العطاء

کیے دیتے ہیں۔ کہ اپنے کئے ہوئے بد اعمال کی وجہ سے جس کی سزا
بھگتنا ان کو بھی یقینی ہے۔ ہرگز کبھی موت کی خواہش نہ کرینگے۔ باوجود
اس بد اعمالی اور جسارت کے دعویٰ نجات کیسا بڑا ظلم ہے "
(تفسیر ثنائی جلد ۱ صفحہ ۹)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو انجام آتھم میں دعوت مباہلہ دیئے جانے والے لوگوں میں سے گیارھویں نمبر پر تھے ایک حیلہ جو انسان ہیں۔ اور اپنے واقفوں میں فرار کے لحاظ سے "روغان الثعلب" اور تلون مزاجی میں "تلون الحرباء" کے وصف سے مشہور ہیں۔ چنانچہ فتنہ ارتداد ملکانہ کے زمانہ میں جب آپ کو اسلام کے نام پر دعوت عمل دی گئی۔ تو آپ نے ہندو مسلم اتحاد کا بہانہ کر کے گریز اختیار کیا تھا۔ اس وقت معزز اخبار مشرق گورکھپور نے خوب لکھا تھا۔ کہ :-

"بعض وکیل امرتسر نے مولانا ثناء اللہ صاحب کی حرکت پر اظہار تاسف کیا ہے۔ کہ آپ ہندو مسلم اتحاد کے لئے بے قرار ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ گاندھی جی کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ ہماری رائے میں مولانا کو خدا کے سامنے شرمساری کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ کیونکہ مولانا نے طبیعت اور مزاج ایسا ہی پایا ہے۔ گھڑی میں کچھ۔ گھڑی میں کچھ۔ بہر حال یہ کام مولاناؤں کا نہیں۔ خدا کا کام ہے۔ خدا نے اپنا کام ہمیشہ ایسے لوگوں سے لیا ہے۔ جو اکثر مولانا نہ تھے۔ مگر مولانا گر تھے "
(۲۹ مارچ ۱۹۲۳ء)

پس مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت مباہلہ پر بھی خاموشی اختیار کی۔ اور مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔ لیکن جب مباحثہ مدّ میں دعوت مباہلہ

... . ۔ یہ کا ذکر آیا۔ تو آپ نے عوام الناس یا بالفاظ دیگر شوط الجمہورؐ سے ڈر کر ظاہرداری کے طور پر مباہلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ بلکہ ایک تحریر بھی لکھ دی مگر اس تحریر کا حشر وہی ہوا۔ جو نقش بر آب کا ہوتا ہے ؎

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ مد کے حالات کتاب اعجاز احمدی میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے۔ کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں۔ کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں۔ کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے"

(اعجاز احمدی صلا)

اور پھر اس طریق فیصلہ کو منظور فرماتے ہوئے نہایت زوردار الفاظ میں پیشگوئی فرمادی کہ:۔

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے۔ تو ضرور وہ پہلے مرینگے"

(اعجاز احمدی ص۳۶)

یہ طریق فیصلہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی عین مراد تھی۔ کیونکہ حضرتؑ اس سے قبل اربعین میں لکھ چکے تھے:۔

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی۔ لیکن وہ مجھے جانتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اور سراسر بدقسمتی ہے۔ کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں۔ جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو دشمن مجھے کاٹنا چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ بجز

اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم بر آہ ہوں۔ کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے۔ کہ خدا کس کے ساتھ ہے مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا۔ جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو۔ کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے۔ جو آخیر وقت تک مجھ سے وفا کریگا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں۔ اور ہاتھ شل ہو جائیں۔ تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنیگا۔ اور نہیں رکیگا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے"۔ (اربعین ۳ صفحہ ۱۲)

لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو مباہلہ کے لئے پوری آمادگی ظاہر فرمائی۔ مگر ساتھ ہی مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق لکھا:۔

"یہ تو انہوں نے اچھی تجویز نکالی۔ اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے"۔
(اعجاز احمدی صفحہ ۱۲)

اب دیکھیے مولوی ثناء اللہ صاحب اعجاز احمدی صفحہ ۳۶ کی تحدّی کو نقل کرنے کے بعد کیا جواب دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا

الہامی ہے۔ اسلئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔ چونکہ آپ کی غرض یہ ہے۔ کہ اگر مخاطب پہلے مرگیا۔ تو چاندی کھری ہے۔ اور اگر خود بدولت تشریف لے گئے۔ خس کم جہاں پاک۔ تو بعد مرنے کے کس نے قبر پر آنا ہے۔ اسلئے آپ ایسی ولیسی بیہودہ شرطیں (یعنی مباہلہ ناقل) باندھتے ہیں۔ مگر میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں۔ اور یہ عدم جرأت میرے لئے عزت ہے (جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے گریز میں ان کے لئے عزت تھی۔ ابو العطا) ذلت نہیں۔" (رسالہ الہامات مرزا صلا۱۱۶ طبع ششم)

گویا امرتسری مکذب۔ شیر خدا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک ہی دہاڑ سے لومڑی کی طرح چھپ گیا۔ اور جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ہم مولوی صاحب کے طرز بیان کے ثقاہت سے گرے ہوئے ہونے پر حیران نہیں۔ کیونکہ یہ ان کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہے "رسی جل گئی پر بل نہ گیا"۔ ہم صرف قارئین کرام کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اہل حق کے سامنے اہل باطل کس طرح منہ کی کھاتے اور چاروں شانے چت گر جاتے ہیں۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

مولوی صاحب کی اس کھلی کھلی شکست سے اہلحدیثوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اور اپنوں بیگانوں نے سلسلہ احمدیہ کے "اوّل نمبر مخالف" کی اس بے نظیر بزدلی پر طعن وتشنیع کی۔ مولوی صاحب آخر انسان تھے۔ اس سلسلۂ ذمائم وشتائم سے متاثر ہوئے۔ اور اپنی فطری حیلہ بازی سے قسم اٹھانے کا نقاب اوڑھ کر سادہ لوحوں کو تسلی دینی چاہی۔ لیکن بےسود۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ یہ نقاب بھی عریانی سے بدلتا گیا۔ اور دنیا نے مولوی صاحب کی اصل شکل دیکھ کر سخت نفرت کا اظہار کیا۔ آخر لاچار اور مجبور ہو کر "مرتا کیا نہ کرتا" ۱۹۰۷ء

میں آپ کو لکھنا ہی پڑا۔ اور حالات کے پیش نظر اس تحریر میں آپ نے بزدلی کو دھونے کے لئے لفظی طور پر غیر معمولی جرأت کا اظہار کیا۔ اور لکھا:۔

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ۔ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عید گاہ امرتسر تیار ہے۔ جہاں تم اپنے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ۔ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو۔ سب امت کیلئے کافی نہیں ہو سکتا"

(اہلحدیث ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ)

مولوی صاحب کی یہ تعلّی مرنے والے مریض کا آخری افاقہ تھا جسے اردو زبان میں سنبھالا لینا کہتے ہیں۔ مگر کچھ بھی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحدّی کو منظور کیا۔ اور پورے طور پر منظور کیا۔ چنانچہ ابھی مولوی صاحب یہ سطور شائع کر کے مطمئن بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ جھٹ ایڈیٹر صاحب اخبار بدر قادیان نے حضرت مسیح موعود کے حکم سے" اعلان کر دیا۔ کہ:۔

"اس مضمون کے جواب میں میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت[1] دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے"

(۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ اعلان کیا تھا۔ امرتسری مکذب کے نخل امید کے لئے بجلی تھی۔ اور اس کے طلسم ساحری کے لئے عصائے موسوی تھا۔ اسے پڑھ کر اس کا خون خشک ہو گیا۔ سب چالاکی

---

[1] یہ بشارت تھی یا مولوی صاحب کے لئے پیغام اجل؟ اس کا اندازہ مولوی صاحب کے جواب سے کر لیں۔ ابوالعطاء

اور چرب زبانی بھول گئی۔ اور جھٹ لکھ دیا۔ کہ :۔

"میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے" (اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ)

اس جگہ میں ان تمام لوگوں سے جو اپنے دلوں میں خشیت خدا رکھتے ہیں۔ اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ بغور ملاحظہ فرمائیں۔ کہ خدا کے مقبول بندوں کا کیا طریق ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی کامیابی اور حتمی فتح پر کس طرح کامل بصیرت اور یقین تام رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں نے مولوی ثناء اللہ کے اضطراب اور بے بسی کو بھی دیکھا۔ اس کے گریز اور بزدلی کو بھی دیکھا آیئے اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ بھی پڑھیئے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں ہر ایک پہلو سے منکر پر اتمام حجت چاہتا ہوں۔ یا الٰہی تو جو ہمارے کاروبار کو دیکھ رہا ہے۔ اور ہمارے دلوں پر تیری نظر ہے۔ اور تیری عمیق نگاہوں سے ہمارے اسرار پوشیدہ نہیں۔ تو ہم میں اور مخالفوں میں فیصلہ کر دے۔ اور وہ جو تیری نظر میں صادق ہے۔ اس کو ضائع مت کر۔ کہ صادق کے ضائع ہونے سے ایک جہان ضائع ہوگا۔ اے میرے قادر خدا تو نزدیک آجا۔ اور اپنی عدالت کی کرسی پر بیٹھ۔ اور یہ روز کے جھگڑے قطع کر۔ ہماری زبانیں لوگوں کے سامنے ہیں۔ اور ہمارے دلوں کی حقیقت تیرے آگے منکشف ہے۔ میں کیونکر کہوں۔ اور کیونکر میرا دل قبول کرے۔ کہ تو صادق کو ذلت کے ساتھ قبر میں اتار دے گا۔ اور باشتانہ زندگی والے کیونکر فتح پائیں گے۔ تیری ذات کی مجھے قسم ہے۔ کہ تو ہرگز ایسا نہیں کرے گا" (اعجاز احمدی صفحہ ۱۱)

بھائیو! خدا را غور کرو۔ کہ کیا یقین کا یہ بحرِ مواج اور استقلال کی یہ زبردست چٹان کسی کاذب کے قلب میں پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا مفتری کا کلام اور اس کا ایک ایک لفظ نصرتِ الٰہی کے یقین کا ایک چھلکتا ہوا پیالہ ہوا کرتا ہے؟ حاشا و کلا! ہرگز نہیں!! پھر کیا اب بھی تمہارے لئے خدا کے برگزیدہ مسیح کے کلام میں شک کی گنجائش ہے؟ سچ فرمایا ہے سے

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہین بیشمار

مولوی ثناء اللہ صاحب کے چیلنج مباہلہ (اہلحدیث ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء) کے جواب میں ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے اسکی منظوری کا اعلان فرماتے ہوئے دو صورتوں میں سے ایک صورت کا بایں الفاظ ذکر کیا تھا۔ کہ:۔

"باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں۔ حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے۔ کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو۔ جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔" (بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس صید لاغر کو چند روز مہلت دینا چاہتے تھے اور حقیقۃ الوحی کی طباعت کے بعد پر اسے ملتوی کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے جو عالم الغیب ہے۔ اور جسے خوب معلوم تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری آئندہ کیا طریق اختیار کریگا۔ اس نے نہ چاہا۔ کہ اس سلسلۂ مباہلہ کو معرضِ تعویق میں رکھا جاوے۔ کیونکہ اس کے نزدیک مولوی ثناء اللہ پر اتمام حجت ہو چکی تھی۔ اسلئے مشیت ایزدی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارادۂ التوا کو تبدیل کروا کر حضور کیطرف سے

۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" شائع کروا دیا۔ جس میں حضورؑ نے ۲۹؍مارچ ۱۹۰۷ء کی دعوتِ مباہلہ کے بالمقابل اپنی طرف سے دعائے مباہلہ شائع فرما دی۔ گویا جھوٹے کو گھر تک پہنچا دیا۔ اور اس طرح سے وہ عمارت (اتمام حجت کی) مکمل ہو گئی۔ جس کی بنیاد خداوند تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی تھی۔ اور اسی کی خاطر انجام آتھم و اعجاز احمدی میں بار بار دعوتِ مباہلہ دی گئی تھی۔

قارئین کرام! آپ خدائی تصرفات پر غور کریں۔ اور اس کی شان علم غیب کا مطالعہ کریں۔ کہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب پر حجت پوری کرنے کے لئے کس طرح سے حضرتؑ کے اپنے خیال کے برخلاف خاص تحریک سے دعائے مباہلہ شائع کرواتا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

"ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے" (بدر ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء)

اس خاص تحریک کی وجہ یہ تھی۔ کہ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنے اخبار ۱۹؍اپریل میں سرے سے ہی منکر ہو جائیگا۔ اور کہیگا۔ کہ میں نے تو دعوتِ مباہلہ دی ہی نہیں۔ اور اس وقت دعائے مباہلہ کا شائع کرنا بے وقت ہوگا۔ اسلئے اسکے انکار کی اشاعت سے پہلے پہلے ہی ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء کو حضرت کی طرف سے "دعائے مباہلہ" شائع کروا دی۔ اور یہ ظاہر امر ہے۔ کہ مولوی صاحب نے جو انکار از چیلنج مباہلہ ۱۹؍اپریل کے اہلحدیث میں شائع کیا تھا۔ وہ کئی روز پہلے کا لکھا ہوا ہوگا۔ جیسا کہ وہ خود مانتے ہیں۔ کہ:۔

"۱۸؍تاریخ والا اخبار کم سے کم ۱۲؍تاریخ کو لکھا جاتا ہے"

(روئداد مباحثہ لدھیانہ ص ۱)

اس طرح سے گویا جب مولوی ثناء اللہ صاحب۔ دعوتِ مباہلہ سے انکار لکھ رہے

تھے۔ خدائے علیم نے اتمام حجت کے لئے حضرت اقدسؑ سے دعائے مباہلہ شائع کروائی۔ یہی حکمت الٰہیہ تھی۔ کہ حقیقۃ الوحی کی اشاعت سے قبل ہی دعائے مباہلہ شائع کروادی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جس طرح ۱۹ر اپریل کے اہلحدیث میں چیلنج مباہلہ سے انکار کر دیا۔ اسی طرح حضرت اقدسؑ کی شائع کردہ دعائے مباہلہ کے بالمقابل دعا نہ کی تا مباہلہ منعقد ہو جاتا۔ اور پہلے مرنے والا کاذب قرار پاتا۔ بلکہ اس نے اس دعائے مباہلہ کو رد کیا۔ اور اس طریق فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا (اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء) جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مباہلہ واقع نہ ہوا۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۷ء سے متواتر کوشش کرتے رہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مباہلہ کرلے۔ مگر اس نے دس سال کے عرصہ میں مختلف رنگ بدل کر آخر ۱۹۰۷ء میں کھلے طور پر انکار کر کے خدا کے فرمودہ "لا یتمنونہ" ابداً کی تصدیق کر دی۔ اور احمدیت کی زبردست قوت روحانی کا عملاً اقرار کرلیا۔

اس صورت میں جبکہ مباہلہ کی شق درمیان میں نہ رہی۔ کسی فریق کا پہلے مرجانا اس کے کذب کی دلیل نہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں اور پیشگوئیوں کے مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال مقرر فرما دیا۔ اور حضورؑ اس دارِ فانی سے رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی انتہائی جد و جہد کے باوجود ناکامی دیکھنے کے لئے زندہ رکھے گئے۔ جیسا کہ وہ خود لکھ چکا ہے۔ کہ:۔

> "آنحضرت علیہ السلام باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔ . . . مگر آخر کار چونکہ بے نیل و مرام مرا۔ اس لئے دعا کی صحت

میں شک نہیں۔" (مرقع قادیانی ماہ اگست ۱۹۰۷ء)

اس موقعہ کو غنیمت جان کر امرتسری مکذب نے جو ہر مقابلہ میں پیٹھ دکھاتا رہا ہے۔ شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ مرزا صاحب کا پہلے فوت ہو جانا ان کے کذب کی دلیل ہے۔ کیونکہ اشتہار ۱۵ اپریل یکطرفہ دعا تھی۔ اور اس کا اس سلسلۂ مباہلہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور میرا زندہ رہنا اور لمبی عمر پانا میرے سچے ہونے کی علامت ہے۔ لہٰذا ہم اس کے اس کذب کے ابطال کے لئے ذیل میں وہ دلائل لکھتے ہیں۔ جو آفتاب نیمروز کی طرح بتا رہے ہیں۔ کہ اشتہار ۱۵ اپریل دعائے مباہلہ تھا۔

دلیل اوّل اس اشتہار کا عنوان ہے "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اگر یہ یکطرفہ دعا ہوتی۔ تو عنوان یوں چاہیئے تھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق آخری فیصلہ" پس لفظ "ساتھ" بتا رہا ہے۔ کہ یہ وہ فیصلہ ہے۔ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا دخل بھی ہے۔ اور یہ فیصلہ بتراضیٔ فریقین ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ دعائے مباہلہ ہے۔ نیز لفظ "آخری فیصلہ" مذہبی رنگ میں مباہلہ کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی لفظ "آخری فیصلہ" اسی مفہوم میں استعمال فرمایا ہے (اربعین ۳ صفحہ ۱۱) بلکہ اللہ تعالیٰ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے قلم سے بھی اس لفظ کو انہی معنوں میں استعمال کروایا ہے۔ مولوی صاحب آیت مباہلہ کی تعبیر میں لکھتے ہیں:۔

"ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو جانیں۔ کسی علمی بات کو نہ سمجھیں بغرض ہدایت بار رہا بدر رسانید کہ دے۔ کہ آؤ ایک آخری فیصلہ بھی سنو۔ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔ اپنی بیٹیاں اور تمہاری بیٹیاں اپنے بھائی بند نزدیکی اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بلائیں۔ پھر

عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ خدا خود فیصلہ دنیا ہی میں کر دیگا۔ جو فریق اس کے نزدیک جھوٹا ہوگا۔ وہ دنیا میں برباد اور مورد غضب ہوگا" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۳۳)

الغرض اس اشتہار کا عنوان صاف بتا رہا ہے۔ کہ یہ دعائے مباہلہ ہے۔

دلیل دوم

حضرت اقدس نے لکھا ہے:۔

"بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب"

اب اگر یہ یکطرفہ دعا تھی۔ اور یہ اشتہار محض اعلان دعا یکطرفہ تھا۔ تو اسے مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجنے کا کیا مطلب؟ معلوم ہوا۔ کہ یہ اشتہار دعائے مباہلہ تھا۔

دلیل سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں جانتا ہوں۔ کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے"

یہ الفاظ اور یہ طریق فیصلہ صاف ظاہر کر رہا ہے۔ کہ یہ اشتہار دعائے مباہلہ ہے۔ کیونکہ یہ قانون مباہلہ ہی کی صورت میں چسپاں ہو سکتا ہے۔ واقعات کی رو سے بھی مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک بھی۔ جیسا کہ حضور نے خود فرمایا ہے:۔

"کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ

سے معلوم ہوتا۔ مباہلہ کے لئے فریقین کا [illegible] اور نیز مباہلہ دعا کرنے کے بعد [illegible] غضب نازل ہوتا ہے۔ اگر [illegible] سے انکار کر جائے تو حضرت کا عذاب ہوگا۔ [illegible]

ہے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسا ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد رہیں گے۔ ہم تو ایسی باتیں سنکر حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور تحریف کرنے میں وہ کمال حاصل کیا ہے۔ کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبیؑ، ولی۔ قطب۔ غوث کے زمانہ میں ہوا۔ کہ اس کے سب اعدا مر گئے ہوں۔ بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے۔ کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں۔ وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں ؎

(اخبار الحکم۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

لہذا لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ اشتہار آخری فیصلہ جو اسی قانون پر مبنی ہے اشتہار دعائے مباہلہ ہے۔ وہو المقصود ؛

دلیل چہارم

حضرت نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا ہے۔ کہ :۔

"میں خدا کے فضل سے امید کرتا ہوں۔ کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے ؎

اور پھر اس کی تشریح میں ان کی پہلے موت ہی سزا بتائی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ سزا جیسا کہ اوپر کے اقتباس سے عیاں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک بھی اسی شخص کو ملتی ہے۔ جو جھوٹا ہو کر سچے سے مباہلہ کرے۔ پس ثابت ہوا کہ اشتہار ۵ اپریل دعائے مباہلہ تھا ؛

دلیل پنجم

اس امر کا ثبوت کہ یہ اشتہار سلسلۂ مباہلہ کی ہی کڑی تھا یہ بھی ہے کہ حضور نے اس اشتہار میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے لئے جس

نوعیت سزا کا اعلان کیا ہے۔ وہ بعینہٖ وہی ہے۔ جو قبل ازیں انجام آتھم۔ اعجاز احمدی اخبار بدر ۴ر اپریل میں مذکور ہوئی ہے۔ ہم اس جگہ ہر چہار اقتباس درج ذیل کرتے ہیں:۔

(۱) انجام آتھم میں دعائے مباہلہ کے الفاظ جو درصورت مباہلہ کہے جانے تھے یہ ہیں:۔

"تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں۔ ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے۔ اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج۔ اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع۔ اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا۔ اور کسی کے مال پر آفت نازل کر۔ اور کسی کی جان پر۔ اور کسی کی عزت پر" صــــــ٦٦

(۲) "شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کے رو سے واقع نہ ہو۔ بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو۔ مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے" (اعجاز احمدی صــــــ۱۴)

(۳) "ہم خدا سے دعا کرینگے۔ کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو۔ کہ اسمیں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو" (اخبار بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

(۴) "اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھ سے ہے۔ جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں۔ تو میں خدا کی طرف سے نہیں" (اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء)

ہر منصف مزاج انسان ہر چہار عبارتوں کو ایک ہی لڑی میں پرویا ہوا پائیگا۔ اور اسے مجبوراً ماننا پڑیگا۔ کہ اشتہار ۱۵ر اپریل کی نوعیت عذاب وہی ہے۔ جو پہلے سلسلہ مباہلہ میں متعین ہو چکی ہے۔ پس اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء بھی اسی سلسلہ کی آخری کڑی یعنی دعائے مباہلہ ہے جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا۔ اور مباہلہ منعقد نہ ہوا۔

دلیل ششم

حضرت اقدس نے اس اشتہار میں تحریر فرمایا ہے:۔

"یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں۔ بلکہ محض دعا کے

طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے "
اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے تسلیم کیا ہے کہ :۔
"اس اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں طریق فیصلہ ایسا مذکور ہے جو متحدیانہ ہے" (روئداد مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۳۱)

اب سوال یہ ہے کہ جب یہ پیشگوئی نہیں۔ الہام و وحی کی بنا پر خبر بھی نہیں لیکن بایں ہمہ طریق فیصلہ متحدیانہ ہے۔ تو کیا اسے سوائے دعائے مباہلہ ماننے کے "متحدیانہ طریق فیصلہ" کہا جا سکتا ہے۔ پس اس اشتہار کا پیشگوئی نہ ہونے کی صورت میں بھی متحدیانہ ہونا بتلاتا ہے۔ کہ یہ دعائے مباہلہ ہے۔ کیونکہ مباہلہ کر لینے کی صورت میں ہی کاذب کی موت کی تحدی کی جا سکتی ہے۔

دلیل ہفتم اس اشتہار کے آخیر پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے :۔
"بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے۔ کہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے"

یہ الفاظ بھی صاف طور سے بتارہے ہیں۔ کہ یہ اشتہار دعائے مباہلہ تھا۔ ورنہ نہ التماس کی ضرورت تھی۔ اور نہ اس کے نیچے مولوی صاحب سے کچھ لکھوانے کی ضرورت تھی معلوم ہوا۔ کہ یہ دعا وہ دعا تھی۔ جس کی تکمیل مولوی ثناء اللہ صاحب کے لکھنے کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ آؤ اب میدان میں نکلو تا خدا فیصلہ کر دے۔ مگر مولوی صاحب کو "جرأت" نہ تھی۔ بہر حال یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ اشتہار دعائے مباہلہ تھا۔

دلیل ہشتم جس طرح اشتہار کی اندرونی شہادت بتا رہی ہے۔ کہ یہ دعائے مباہلہ تھا اسی طرح بیرونی شہادتوں سے بھی ظاہر ہے۔ کہ یہ دعا یکطرفہ دعا نہ تھی۔
چنانچہ اس دعا کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا۔ کہ :۔

"اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی۔ اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا" (اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۰۸ء)

ان الفاظ سے ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے خود بھی ہرگز اس اشتہار کو یکطرفہ دعا نہیں سمجھا۔ ورنہ منظوری نہ لینے کا اعتراض کیوں؟ اور اسکی اشاعت بغیر منظوری پر چیں بجبیں ہونے کی وجہ کیا؟ ظاہر ہے۔ کہ مولوی صاحب خود بھی اس اشتہار کو یکطرفہ دعا نہ سمجھتے تھے۔

دلیل نہم

مولوی ثناء اللہ صاحب اشتہار ۵ ار اپریل کے ذکر پر لکھتے ہیں:۔

"ایک ایسے اشد مخالف کے مقابلہ میں ایک مامور خدا فیصلہ کی صورت شائع کرتا ہے" (روئداد مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۲)

گویا آپ اسے "فیصلہ کی صورت" قرار دیتے ہیں۔ جو کہ حضرت نے شائع فرمائی مگر مولوی صاحب نے اس صورت فیصلہ پر صاد نہ کیا۔ لہذا اب اسے قطعی اور حتمی فیصلہ قرار دیکر اعتراض کرنا درست نہیں۔

دلیل دہم

مولوی ثناء اللہ نے اس اشتہار مباہلہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"مرزا جیسے کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کی طرف بلایا ہے۔ بتلاؤ تو انعام لو۔ ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو" (اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۰۸ء صفحہ ۱)

اب اصحاب انصاف سوچیں کہ مولوی صاحب نے ایک طرف تو اس اشتہار کو "گویا فیصلہ کی طرف بلانا" قرار دیا ہے۔ اسے یکطرفہ دعا قرار نہیں دیا۔ دوسری طرف اسے "منہاج نبوت" کے خلاف بتلایا۔ بلکہ اس کی نظیر بتلانے پر انعام دینے تک آمادہ ہو رہے ہیں۔ اگر یہ اشتہار یکطرفہ بددعا تھی۔ تو کیا مولوی صاحب کے نزدیک کسی نبی نے اپنے مخالفوں پر بددعا نہیں کی۔ حالانکہ ان کا اپنا اقرار موجود ہے۔ کہ:۔

"اس قسم کے واقعات بے شمار ملتے ہیں۔ جن میں حضرات انبیاء علیہم السلام نے

مخالفوں پر بددعائیں کیں۔ اور خدا نے قبول کر کے فیصلہ فرما دیا"

(روئداد مباحثہ لدھیانہ ص۶۷)

جب نبیوں کے یکطرفہ بددعا کرنے کے "بے شمار واقعات" ملتے ہیں۔ تو پھر مولوی صاحب اگر اشتہارہ ۱۵ر اپریل کو یکطرفہ بددعا سمجھتے۔ تو اسے "منہاج نبوت" کے خلاف کیوں قرار دیتے۔ لہذا ظاہر ہے۔ کہ ان کے نزدیک بھی اس وقت یہ اشتہار یکطرفہ دعا نہ تھی ؛

اگر یہ سوال ہو۔ کہ جب اشتہارہ ۱۵ر اپریل دعائے مباہلہ تھی۔ تو پھر بھی اسے خلاف طریق انبیاء قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب نے دعائے مباہلہ کی صورت میں اسے اسلئے منہاج نبوت کے خلاف قرار دیا تھا کہ آپ تو کبھی مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہی نہ ہوئے تھے۔ ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث میں جو تعلی تھی۔ وہ تو لوگوں کے تقاضوں سے تنگ آکر گیدڑ بھبکی تھی۔ گویا مولوی صاحب ایک طرف اپنے دل کے انکار اور انکار پر اصرار دیکھتے تھے۔ تو آپ کہتے تھے۔ کہ یا الہٰی یہ کیا ماجرا ہے۔ کہ میں تیار نہیں اور مباہلہ کے نام سے ہی کانوں پر ہاتھ دھرتا ہوں۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ مباہلہ کے لئے اصرار پر اصرار کئے جا رہے ہیں۔ اسی حالتِ سراسیمگی میں آپ نے اس قدر زبردستی کو خلاف منہاج نبوت قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ نے اس طرح بلاتے یعنی مخالف کے شدید انکار کے باوجود دعوت مباہلہ دیئے جانے بلکہ دعائے مباہلہ شائع کر دینے کو اپنی عقل کے مطابق خلاف منہاج نبوت قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ تو اسی طرح آمادگی کا اعلان تھا۔ جیسا کہ نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کو لیکر باہر تشریف لے آئے تھے۔ بہر حال یہ فقرات زبردست دلیل ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے کم از کم اس وقت اس اشتہار کو یکطرفہ بددعا نہ سمجھا تھا ؛

دلیل یازدہم مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود متعدد مقامات پر اس اشتہار کو مباہلہ کا اشتہار لکھا ہے۔ بطور نمونہ حسب ذیل حوالجات ملاحظہ ہوں :-

(۱) "کرشن قادیانی نے ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا" (مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۸)

(۲) "مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا تھا" (مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

(۳) "وہ اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا۔ کہ اہلحدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے" (اہلحدیث ۱۹ر جون ۱۹۰۸ء)

کیا اس قدر تصریح کے بعد بھی آج اس اشتہار کو اشتہار مباہلہ نہ ماننا دیانتداری کا خون کرنا نہیں ؎

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روح انصاف و خدا ترسی جو ہے دیں کا شعار

دلیل دوازدہم

اخبار اہلحدیث میں اشتہار ۱۵ر اپریل پر بہت کچھ لکھنے کے بعد مولوی صاحب بطور خلاصہ لکھتے ہیں:۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے" (۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ الفاظ کھلے طور پر اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے اسے دعائے مباہلہ ہی سمجھا تھا۔ اور اس کی نامنظوری کو ہی علامت دانائی قرار دیا۔ جیسا کہ پہلے کفار مباہلہ سے گریز کر کے دانائی کا ثبوت دے چکے ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب اور ان کے "دانا" قطعی طور پر جانتے ہیں۔ کہ خدا کے برگزیدہ سے مباہلہ کرنے کے بعد کاذب کی موت یقینی ہے۔ چنانچہ ایک پہلے "دانا" عبدالمسیح نصرانی کا قول ہے:۔

"واللہ ما باھل قوم نبیاً قط فعاش کبیرھم ولا نبت صغیرھم"

یعنی بخدا کسی نبی سے کسی قوم نے مباہلہ نہیں کیا مگر ان کے چھوٹے و بڑے تباہ ہو گئے

(سیرت ابن ہشام)

بہر حال ان ایک درجن دلائل سے ثابت ہے۔ کہ اشتہار ۵ اپریل ۱۹۰۷ء دعائے مباہلہ کا اشتہار تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے بالمقابل بد دعا نہ کی۔ بلکہ مباہلہ کرنا منظور نہ کیا۔ لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وفات پانا اور مولوی ثناء اللہ کا زندہ رہنا اگر کچھ ثابت کرتا ہے۔ تو بس یہی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بروز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور مولوی ثناء اللہ مثیل مسیلمہ۔ ھل بعد ھذا الایضاح موضع شک؟ کلا!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعجاز احمدی میں لکھا تھا۔

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے۔ تو ضرور وہ پہلے مریں گے" ص ۳۷

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ مباہلہ نہ کرنے کی صورت میں مولوی صاحب کا زندہ رہنا ہی مقدر تھا۔ پس مباہلہ سے انکار کر کے بچ رہنا بذات خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے جیسا کہ حضورؑ کے الفاظ "ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۰ء) کا بھی اشارہ تھا۔

علاوہ ازیں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے مسلّمہ معیار کے مطابق بھی ان کی زندگی ان کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ اہلحدیث میں لکھا ہے:۔

"قرآن تو کہتا ہے۔ کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے سنو! من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا (پ ۱۶ ع ۸) اور انما نملی لھم لیزدادوا اثما (پ ۴ ع ۹) اور و یمدھم فی طغیانھم یعمھون (پ ۱ ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور سنو! بل متعنا ھؤلاء و آباءھم حتی طال علیھم العمر (پ ۱۷ ع ۴) جن کے صاف یہی معنے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ جھوٹے۔ دغاباز مفسد اور نافرمان

لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کرلیں "۔ (۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ حاشیہ)[ا]

خلاصہ کلام یہ کہ مولوی صاحب کی موجودہ زندگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور مولوی ثناء اللہ کی بطالت پر بیّن دلیل ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حیّ عن بینۃ۔

اسی موقعہ پر ایک دوست نے کہا ہے ؎

کاذبوں کو عمر لمبی ملتی ہے تو نے لکھا　　　کذب میں پکا تھا اپنے اسلئے زندہ رہا

میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کا اشتہار ۱۵ر اپریل دعائے مباہلہ تھا۔ یکطرفہ دعا نہ تھی۔ اسلئے مولوی ثناء اللہ صاحب مباہلہ سے انکار کرکے بچ گئے ہیں۔ اس جگہ میں طالبانِ حق کے سامنے ایک اور طریق فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کھلے اور واضح الفاظ میں (حسبِ عادت گول مول الفاظ میں نہیں) خدائے علیم و خبیر کو حاضر ناظر جان کر مندرجہ ذیل حلف اٹھائیں۔ یعنی:۔

"اے علیم خدا میں تجھے حاضر ناظر جان کر تیرے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کو کبھی بھی نہ اب نہ اس سے پہلے

[ا] مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے حاشیہ کے طور پر ان سطور کو نائب ایڈیٹر کی طرف سے شائع کیا ہے۔ اوّل تو یہ استدلال آیات قرآنیہ سے ہے۔ دوسرے اس معیار کے متعلق مولوی صاحب لکھ چکے ہیں " میں اس کو صحیح جانتا ہوں " (اہلحدیث ۳۱ر جولائی ۱۹۰۸ء) لہٰذا یہ معیار مولوی صاحب کو مندرجہ بالا الفاظ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ مولوی صاحب کہا کرتے ہیں۔ کہ میں نے کہیں نہیں لکھا کہ "حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے" لیکن الفاظ فوق اس سے کہیں بڑھکر ہیں۔ ہمارے دوستوں کو یہ الفاظ پیش کرنے چاہئیں۔ تاکہ مولوی صاحب کو گنجائش انکار نہ رہے۔ ابو العطاء۔

اشتہار مباہلہ اور دعائے مباہلہ . . سمجھا۔ بلکہ میں ہمیشہ سے ہی اس کو یکطرفہ
قطعی دعا سمجھتا رہا ہوں۔ جس میں میری منظوری یا عدم منظوری کا کوئی دخل
نہ تھا۔ اے شدید البطش اور ذوالانتقام خدا! اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں
اور حق کو چھپانے والا۔ تو تو مجھے ایک سال کے اندر اندر سخت عذاب میں مبتلا کر۔ آمین"

میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب اس حلف کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ لیکن اگر وہ ایسا کر لیں اور سال بھر تک عذاب الہٰی کی گرفت سے بچ جائیں۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ بیشک انہوں نے اس اشتہار کو دعائے یکطرفہ ہی سمجھا تھا۔ ورنہ اب تو جیسا کہ مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے۔ وہ صریح طور پر کذب بیانی اور مغالطہ دہی اختیار کر رہے ہیں۔ اور اپنے سابقہ بیانات کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ اشتہار یکطرفہ دعا نہیں۔ کیا مولوی صاحب اس حلف کیلئے "جرأت" کرینگے؟

مولوی ثناء اللہ صاحب عام طور پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اس دعائے مباہلہ (اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء) کے متعلق ہے۔ لہٰذا یہ دعا منظور شدہ دعا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات (نعوذ باللہ) ان کے کذب کی دلیل ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اشتہار ۱۵ اپریل دعائے مباہلہ ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اس دعائے مباہلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان انہی معنوں میں ہے جن معنوں میں آیت مباہلہ میں الفاظ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہیں۔ یہ بھی خدا کا کلام ہے اور وہ بھی آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے بتلایا۔ کہ ان نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ دو۔ ہم ان جھوٹوں پر لعنت نازل کر دینگے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو دعوت مباہلہ دی۔ اور اس یقین کے ساتھ دی۔ کہ اگر یہ مباہلہ کرینگے۔ تو ایک سال کے اندر اندر تباہ ہو جائینگے۔ جیسا کہ حضورؐ کے الفاظ "لما حال الحول علی النصاریٰ کلھم حتی یھلکوا" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۶۵) سے ظاہر ہے۔ مگر نصاریٰ نجران نے مباہلہ سے انکار کر دیا۔ اسلئے وہ بچ گئے۔ بعینہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک کی کہ

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کر دو۔ میں دعا کو سنتا ہوں۔ یعنی اگر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ کیا۔ تو وہ ضرور پہلے مریگا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اسی یقین کے ساتھ دعائے مباہلہ شائع کر دی لیکن نصاریٰ نجران کی طرح اس جگہ بھی مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرار کی راہ اختیار کی۔ اسلئے وہ بچ گیا۔ پس حضرتؑ کے اس الہام کا مطلب بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کی تاکید فرمائی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان الفاظ میں لکھ چکے ہیں:۔

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مرینگے"

لہذا اس الہام کی وجہ سے بھی مولوی ثناء اللہ صاحب کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔

مثل مشہور ہے۔ الغریق یتشبث بالحشیش" اسی طرح مولوی صاحب بھی عاجز آکر بجائے اسکے کہ راہ حق کو قبول کریں۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ مگر بے سود۔ چنانچہ ہم ذیل میں ان کے ایسے ہی دو اعتراضوں کا جواب لکھتے ہیں:۔

اعتراض اول میرے حقیقۃ الوحی مانگنے پر جواباً اخبار بدر ۱۳؍ جون ۱۹۰۷ء میں لکھا گیا تھا:۔

"بغیر اس (تعیین عذاب) کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی ایک راہ نکالی۔ اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا۔ اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ سو واسطے مباہلہ کے ساتھ جو اور شروط تھے۔ وہ سب کے سب بوجہ فرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے"

لہذا اب جماعت احمدیہ کا حق نہیں۔ کہ اشتہار ۱۵ اپریل کو دعائے مباہلہ قرار دے۔ اور پھر فیصلہ دعا تسلیم نہ کرے۔

الجواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ اول۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اخبار

بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء میں مباہلہ کے متعلق دو تجویزیں شائع ہوئی تھیں۔ جو یہ ہیں:۔

(۱) "یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو۔ جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہو جائے۔ اور امید ہے۔ کہ ۲۰۔ ۲۵ روز تک انشاء اللہ تعالےٰ وہ کتاب شائع ہو جاویگی۔ اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں۔ اور دو سو سے سوا اسمیں نشانات بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیجدی جاویگی۔ اور وہ اس کو اوّل سے آخر تک بغور پڑھے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار علیحدہ ہماری طرف سے شائع ہو گا۔ جسمیں ہم یہ ظاہر کر دینگے۔ کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے۔ اور ہم اول قسم کھاتے ہیں۔ کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ الخ"

(۲) "اگر آپ اسبات پر راضی ہیں۔ کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو۔ تو پھر آپ قادیان آسکتے ہیں۔۔۔ اور قادیان آنیکی صورت میں ہم شرط حقیقۃ الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔ اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے وہ آسکتا ہے" (بدر ۴ اپریل ۱۹۰۷ء)

گویا مباہلہ کی ایک صورت یہ بھی تھی۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو حقیقۃ الوحی بھیجدی جاتی۔ اور وہ اسے پڑھکر بد دعا کا اشتہار شائع کر دیتے۔ لیکن واقعات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ یوں ہوئے کہ الٰہی مشیت کے ماتحت حضرتؑ نے ۱۵ اپریل کو ہی دعائے مباہلہ شائع کر دی۔ اور مباہلہ کی وہ صورت جو حقیقۃ الوحی وغیرہ شروط سے مشروط تھی جاتی رہی۔ لہذا جب مولوی صاحب نے کتاب حقیقۃ الوحی مانگی۔ تو ان کو جواب دیا گیا۔ کہ اب وہ صورت مباہلہ نہیں ہے۔ حضرت اقدسؑ مشیت ایزدی سے خاص طور پر دعائے مباہلہ شائع کر چکے ہیں۔ بنا بریں آپ کو حقیقۃ الوحی نہیں بھیجی جاتی۔ الغرض اخبار بدر ۱۳ جون میں جس مباہلہ کے منسوخ قرار پانے کا ذکر ہے۔ وہ حقیقۃ الوحی کی شرط والا مباہلہ ہے۔ مطلق مباہلہ کا انکار نہیں لہذا ہم حق بجانب ہیں۔ کہ دلائل قویہ کی موجودگی میں اشتہار ۱۵ اپریل کو دعائے مباہلہ قرار دیں۔ ہاں اس امر کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔ کہ مشیت ایزدی نے کیوں خاص طور پر تحریک کر کے

حضرت اقدسؑ سے پندرہ اپریل کی دعا (دعائے مباہلہ) کروائی۔ اور کیوں مولوی صاحب کے فرذکو دیکھکر علیداس طریق سے ان کو پکڑا۔ اس کی اس جگہ اعادہ کی ضرورت نہیں ✦

دوم :۔ بدر ۱۳ ؍ جون ۱۹۰۷ء کی عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت نہیں جبکہ جناب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر کی ذاتی عبارت ہے۔ جیسا کہ ان کے اس خط سے جو انہوں نے گذشتہ سال خاکسار کو لکھا ہے۔ وہ یہ ہے :۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۷۸۶ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم بندہ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکے سوال کے جواب میں اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اخبار بدر مورخہ ۱۳ ؍ جون ۱۹۰۷ء صہ۲ کالم نمبر اوّل میں جو نوٹ بعنوان "نقل خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب" شائع ہوا ہے۔ یہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مطالبہ حقیقۃ الوحی کا جواب ہے جو میں نے خود لکھا تھا۔ اور یہ میرے ہی الفاظ ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے اسکے متعلق کوئی ہدایت نہ دی تھی۔ میں نے اپنی طرف سے جواب لکھدیا تھا۔ اس بیان کی اشاعت مناسب ہے۔ تاکہ کوئی شخص اس نوٹ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کرکے مغالطہ نہ دے سکے۔

والسلام المرقوم ۔ ۱ ؍ دسمبر ۱۹۳۱ء ۔ خاکسار محمد صادق سابق ایڈیٹر اخبار بدر قادیان "

یہ خط گذشتہ دسمبر میں ہی کتاب تفہیماتِ ربانیہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا مضمون نہایت واضح ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے :۔

" کتاب حقیقۃ الوحی باوجود تحریری وعدے کے میرے پاس آج تک نہیں بھیجی۔ رجسٹری خط کے ذریعہ یاددہانی کی تو جواب صاف آیا جس پر آپکے خلیفہ بدر کے ایڈیٹر نے کمال ایمانداری سے اپنا جواب تو شائع کر دیا مگر میرے خط کا ذکر تک نہ کیا " (مرقع قادیانی امرتسر نومبر ۱۹۰۷ء صہ ...)

پس ہر صورت میں اخبار بدر ۱۳ ؍ جون کی عبارت جناب ... صاحب کے اپنے الفاظ ہیں ...

مسیح موعود علیہ السلام کے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا وہ مفہوم لینا جو حضرت مسیح موعودؑ کی تصریحات بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے بیانات کے بھی خلاف ہے درست نہیں۔ اور اگر اسی مفہوم پر اصرار ہے تو جب اہلحدیث کسی صحابی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر تک کو نہیں مانتے (اہلحدیث ۲ ستمبر ۱۹۳۱ء) تو جماعت احمدیہ پر اس خود ساختہ مفہوم کی بناء پر کیونکر اعتراض کرسکتے ہیں۔ بہرحال مولوی صاحب کا یہ عذر بھی تار عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ فالحق دائم۔

اعتراض دوم دوسرا اعتراض جو اس موقع پر مولوی صاحب کیا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں لکھا ہے۔ کہ اشتہار ۱۵ اپریل کو مباہلہ کہنا دھوکہ اور فریب ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ اشتہار دعائے مباہلہ نہ تھا۔

الجواب مباہلہ کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ فریقین بالمقابل بددعا کریں (اہلحدیث ۹ اپریل ۱۹۰۷ء) لیکن اس جگہ ۱۵ اپریل کے اشتہار کے بعد فریقین نے بددعا نہیں کی اسلئے مباہلہ نہیں ہوا۔ اور آج مولوی ثناء اللہ صاحب کا کہنا کہ حضرت مرزا صاحب میرے ساتھ مباہلہ کے نتیجہ میں مجھ سے پہلے فوت ہوگئے سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ کیونکہ جب مولوی صاحب نے بالمقابل بددعا ہی نہیں کی۔ بلکہ اس طریق سے ہی انکار کردیا۔ تو مباہلہ واقع نہ ہوا۔ ہاں اشتہار ۱۵ اپریل حضرت اقدسؑ کی طرف سے دعائے مباہلہ ضرور تھا۔ اسی فرق کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ذکر فرمایا ہے ذیل میں ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایک تحریری بیان کی نقل شائع کرتے ہیں۔ جو حضور نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء کو تحریر فرما کر حافظ محمد حسن صاحب نائب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور کے مطالبہ پر انہیں ارسال فرمایا اور وہ یہ ہے:۔

"میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ مجھے کامل یقین ہے۔ کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر اس اعلان کے مطابق آتے۔ جو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارہ میں ۱۹۰۷ء میں کیا تھا۔ تو وہ ضرور ہلاک ہوتے۔ اور مجھے یہ یقین ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جو میں نے مضمون لکھا تھا

اس میں بھی لکھ چکا ہوں۔ کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا۔ وہ دعائے مباہلہ تھی پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے مقابل پر دعا نہیں کی۔ بلکہ اسکے مطابق فیصلہ چاہنے سے انکار کر دیا۔ وہ مباہلہ کی صورت میں تبدیل نہیں ہوئی۔ اور مولوی صاحب عذاب سے ایک مدت کیلئے بچ گئے۔ میری اس تحریر کے شاہد میری کتاب صادقوں کی روشنی کے یہ فقرات ہیں۔ "مگر جبکہ اسکے انکار مباہلہ سے وہ عذاب اور طرح بدل گیا۔ تو اس نے منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دہرانا شروع کر دیا۔" نیز اگر وہ ایسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتا۔ اور ثناء اللہ اپنی گندہ دہانیوں کا مزا چکھ لیتا۔" غرض میرا یہ ہمیشہ سے یقین ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا دعائے مباہلہ تھی۔ لیکن بوجہ اسکے کہ مولوی صاحب نے اسکے قبول کرنے سے انکار کیا۔ وہ دعا۔ مباہلہ نہیں تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے عذاب کے طریق کو بدل دیا۔ خاکسار مرزا محمود احمد۔

پس مولوی ثناء اللہ صاحب کا آخری حیلہ بھی جاتا رہا۔ اور صاف کھل گیا۔ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی ۱۵ اپریل کے اشتہار کو دعائے مباہلہ ہی سمجھتے تھے۔ اور سمجھتے ہیں۔

ہمارے مندرجہ بالا بیانات سے مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس اعتراض کا بخوبی قلع قمع ہو گیا۔ جو مولوی صاحب اپنے آپکو زندہ بنا کر پیش کیا کرتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ مولوی صاحب کی موجودہ زندگی احمدیت کا ایک نشان اور انکے لئے باعث حسرت ہے۔ خدا تعالےٰ چاہتا تھا۔ کہ اسے شجرۂ احمدیت کی کامیابی دکھلائے تا انکی موت حسرت کی موت ہو۔ جو کہ دنائل کی موت کے بعد بہت بڑا عذاب ہے۔ سو اس نے اسے کافی مہلت دیکر یہ سارا نقشہ دکھا دیا! اے کاش کہ مولوی صاحب اب بھی نصیحت حاصل کریں۔ اور حق کو قبول کریں۔ وما علینا الا البلاغ ۔ مراد ما نصیحت بود و گفتیم حوالت باخدا کردیم و رفتیم

خاکسار ناچیز اللہ دتا جالندھری نزیل حیفا۔ فلسطین۔

ؔ یہ تشحیذ الاذہان کا ہی مضمون ہے۔ ابوالعطاء

نوٹس بنام مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

ایک ہزار روپیہ انعامی رقم کا فیصلہ

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب ۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپ نے اپنے رسالہ "تاریخ مرزا" صـ۵ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط نقل کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے الفاظ "میں رسالہ انجام آتھم میں خدا تعالےٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کروں گا" پر آپ نے اعلان کیا ہے:۔

"محض جھوٹ۔ مرزا صاحب کا کوئی مرید ثابت کرے ۔ تو ایک ہزار روپیہ انعام لے۔ مصنف"۔ (صـ۵ حاشیہ)

میں آج سے قبل ایک مرتبہ مباحثہ مونگ ضلع گجرات میں اور دو مرتبہ کھلی چٹھی کے ذریعہ آپ سے اس انعامی رقم کے فیصلہ کے لئے مطالبہ کر چکا ہوں۔ مگر آپ نے اس کا ایک مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ اب میں جبکہ بفضلہ تعالےٰ آپ کے رسالہ تعلیمات و فیصلۂ مرزا" کا جواب لکھ چکا ہوں۔ اس کی

اشاعت کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر پھر ایک زبر آپ سے مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ انعامی چیلنج دیکر اب میدان سے نہ بھاگئے۔ بلکہ مرد میدان بنکر اس کا فیصلہ کرائیے۔ اور اگر آپ میں ہمت ہے۔ تو اپنے ہی الفاظ ہیں :-

"سب کاموں سے پہلے ایک ہزار روپیہ انعامی زقم قادیان[1] میں کسی مسلّمہ امین کے پاس جمع کرا کر ان سے وہی تحریر لے دیں۔ جو لدھیانہ میں لی تھی۔ روپیہ امانت رکھنے کے بعد مسلّمہ منصف مقرر کریں۔ جو ہمارے پیش کردہ ثبوت پر فیصلہ دے"

اگر آپ میدان میں نہ نکلے۔ تو یاد رکھیئے ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ داغ بھی آپ کی پیشانی پر رہے گا۔ کہ انعامی چیلنج دیکر گریز کر گئے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی ہوگا۔ میں نے اتمام حجّت کی خاطر یہ نوٹس درج کیا ہے۔ اور آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ فقط

خاکسار پیارے مسیح موعود کا ایک ادنیٰ مرید

ابو العطاء اللہ دتا جالندھری مولوی فاضل قادیان حال نزیل حیفا فلسطین ۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء

---

[1] صرف زقم اور مقام کو چیلنج قبول کرنے والے کی حیثیت سے حسب مفہوم مولوی ثناء اللہ صاحب بدل دیا گیا ہے۔ ورنہ سب الفاظ ان کے ہیں۔ ابو العطاء